مارچ ۲۰۲۰ء

Rs.30/-

انجمن طلبۂ قدیم جامعۃ الفلاح کا ترجمان

ماہنامہ

جریدہ

حیاتِ نو

دہلی

جامعة الصفة ورنگل

دیشائی پیٹ روڈ، ورنگل (تلنگانہ)

دعوت دین واقامت دین کیلئے ایک تعلیمی تحریک

الحمدللہ جامعۃ الصفہ ورنگل اپنے مقاصد کی تکمیل کا جہاں سولھواں سال مکمل کر رہا ہے، وہیں پر تحریکی حلقوں میں بھی ایک معروف منفرد ادارے کی حیثیت حاصل کر چکا ہے۔ 2005 تا 2018 کے عرصے میں بفضلہٖ تعالیٰ 86 طلباء حفظ القرآن کی تکمیل کر چکے ہیں۔ جب کہ گذشتہ چھ برسوں میں 12 طلباء دستار فضیلت سے سرفراز ہو کر تحریک اسلامی کی سعی وجہد میں اپنا عملی کردار نبھا رہے ہیں۔

جامعہ کے شعبہ عالمیت میں چار سالہ اور فضیلت کا دو سالہ کورس رکھا گیا ہے، جس میں تشنگان علم وخادمان دین اپنے علم کی پیاس بجھا رہے ہیں تاکہ معاشرے میں وہ اپنا منصبی فریضہ ادا کر سکیں۔ کوشش کی جارہی ہے کہ فارغین جامعہ میں دین کی صحیح فکر، اقامت دین کی تڑپ، عصری علوم سے اتنی واقفیت، مہارت، بصیرت پیدا کی جائے کہ وہ زمانے کے ہر چیلنج کا مطلوبہ اسلوب میں مقابلہ کر سکیں۔ جامعہ میں اس وقت ریاست تلنگانہ وآندھراپردیش کے مختلف اضلاع کے علاوہ دیگر کچھ مقامات کے طلباء بھی زیر تعلیم ہیں اور تقریباً سارے ہی طلباء دارالاقامہ میں مقیم ہیں۔ ان کی رہائش، طعام وتعلیم کے اخرجات اہل خیر حضرات کے تعاون وسرپرستی میں مکمل کئے جاتے ہیں۔ (اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطائے فرمائے) طلباء کو انگریزی وعلاقائی زبان تلگو بھی پڑھائی جاتی ہے تاکہ وہ برادران وطن میں دعوت دین کا کام انجام دے سکیں۔ اس کے علاوہ جامعہ میں کمپیوٹر لیاب بھی موجود ہے۔ انشاءاللہ جامعہ کی دوسری منزل کی تعمیر اسی سال پیش نظر ہے۔ ادارے کا ماہانہ خرچ -/2,20,000 روپے ہے۔ سالانہ اخراجات اور تعمیر کیلئے ادارہ دردمندان ملت کے بہی خواہاں تحریک سے دست تعاون کی امید بھی رکھتا ہے۔

نوٹ: کاکتیہ یونیورسٹی اور دیگر کالجوں میں اعلیٰ عصری علوم کے لئے شہر ورنگل آنے والے طلباء کی دینی واخلاقی تربیت اور بہتر رہائش کے علاوہ حصول تعلیم میں یکسوئی کے پیش نظر جامعۃ الصفہ کے ہاسٹل میں رہائش کی سہولتیں فراہم کی گئی ہیں۔ چنانچہ جامعہ کے ہاسٹل میں پروفیشنل کورس میں تعلیم حاصل کرنے والے طلباء مقیم ہیں۔ الحمدللہ اس کے اچھے اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔

تعاون کی شکلیں : شعبہ حفظ وعالمیت کے طلباء کی کفالت کیلئے سالانہ فی طالب علم -/20,000 ہزار روپے ہے۔ اساتذہ وغیر تدریسی عملہ کی تنخواہوں کیلئے ماہانہ -/95,000 روپے اس کے علاوہ اور دیگر ضروریات۔۔۔۔

بانی وناظم جامعہ محمد خواجہ عارف الدین

پیغام عمل

طلباء کی ذہنی وفکری تربیت اور عملی جدوجہد کیلئے ناظم جامعہ جناب محمد خواجہ عارف الدین کی بعد نماز عشاء روزآنہ کی گئی فکری واصلاحی تقریروں کے مجموعے ''پیغام عمل'' (کتابی شکل) کو عام طور پر تحریکی حلقے میں کافی پسند کیا گیا ہے چنانچہ اب اس کا دوسرا ایڈیشن بھی شائع کر دیا گیا ہے۔ جامعۃ الصفہ کے علاوہ مکتبہ اسلامی سب ڈپو چھتہ بازار، حیدرآباد سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔ (قیمت -/150)

JAMIA-TUS-SUFFAH, H.No. 11-24-314, Deshaipet Road, Warangal. (T.S.) India
Phone : +91-870-2424576, Cell: +91-98490 04547,
A/c. No. 444351498, Indian Bank, Mandi Bazar, Warangal. IFSC : IDIB000W004

SUFFAH HIGH SCHOOL

27 YEARS

English Medium, Nursery to X Class

Mandi Bazar, Warangal 506002 (Telangana)

Providing Excellence in Education Since 27 Years

Suffah High School was established in the year 1991 and since 27 years providing excellence in school education. We provide the best infrastructure for the students to get modern education in an islamic environment. Preparing the students for their better future here and hereafter

Our Facilities

- Moral Education
- Play Way Learning
- Arabic Classes
- Digital Class
- Coputer Lab
- Science Lab

Mohd. Khaja Arifuddin
Founder & Chairman

Dr. Aziz Ahmed Ursi
Founder Sec & Correspondent

Contact us @ 91870-2424086, 9700054253 email: suffah.shs@gmail.com

انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح کا ترجمان

ماہنامہ

جریدہ حیاتِ نو

مدیر مسئول: سید راشد حامدی مدیر اعزازی: ڈاکٹر ضیاء الدین فلاحی

جلد:۵، شمارہ:۳ مارچ ۲۰۲۰ء/ رجب المرجب ۔شعبان المعظم ۱۴۴۱ھ

ادارتی امور کے لیے رابطہ کریں: 9927206518،8287025094

انتظامی امور کے لیے رابطہ کریں: 7011838453

ای میل: jareedahayatenau@gmail.com

مجلس ادارت

محمد اسماعیل فلاحی	علی گڑھ
زبیر ملک فلاحی	لکھنؤ
انیس احمد فلاحی	جامعۃ الفلاح

فی شمارہ	: اندرون ملک	۳۰/روپے
	بیرون ملک	۵/امریکی ڈالر
خصوصی شمارہ	:	۶۰ روپے
سالانہ زرتعاون	: اندرون ملک	۳۰۰/روپے
	بیرون ملک	۲۰/امریکی ڈالر
لائف ممبرشپ	: اندرون ملک	۵۰۰۰/روپے
	بیرون ملک	۳۰۰/امریکی ڈالر

- رجسٹرڈ ڈاک سے رسالہ منگانے کی صورت میں رجسٹری خرچ بذمہ خریدار ہوگا۔
- مقالہ نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

Printed, Published & Owned by Sayyed Rashid Hamdi ,F-9, Zeeshan Apartment, 1st Floor, Near Masjid Al-Habeeb, 40 FT Road, Shaheen Bagh, Jamia Nagar, Okhla,New Delhi-110025. **Printed at**: Ala Printing Press, 3636, Katra Dina Baig, Lal Kuan, Delhi-110006. **Published at**:F-9, Zeeshan Apartment, 1st Floor, Near Masjid Al-Habeeb, 40 FT Road, Shaheen Bagh, Jamia Nagar, Okhla, New Delhi-110025. **Editor: Ziauddin Falahi**

نقوشِ حیات

اداریہ	ضیاءالدین فلاحی	۴
افادات جلیل احسن ندویؒ	ظفراحمدالاثری	۷
حیا کامفہوم اور تقاضے	انعام اللہ فلاحی	۱۶
قرآنیاتِ حمیدالدین فراہی[آخری قسط]	انیس احمد فلاحی مدنی	۲۸
حج بدل	ولی اللہ مجید قاسمی	۳۷
جنگ وامن اور انسانی اقدار	محمد اسامہ	۴۴
اتحادِاُمت۔کیااور کیسے؟	ضمیرالحسن خاں فلاحی	۵۵
بزم ادب	احسان الحق عارف آئمی	۶۴
آپ کے خطوط	نعمان بدرفلاحی	۶۵
جامعہ کے لیل ونہار	مصباح الباری فلاحی	۶۶
اخبارانجمن	ادارہ	۷۶

مقالہ نگاران و قلمی معاونین

۱- ڈاکٹر ضیاء الدین فلاحی (مدیر حیات نو)

اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ اسلامک اسٹڈیز علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

۲- ظفر احمد الاثری، asarizafar@hotmail.com

لندن، برطانیہ

۳- مولانا انعام اللہ فلاحی

سکریٹری انجمن طلبۂ قدیم جامعۃ الفلاح

۴- مولانا انیس احمد فلاحی مدنی

نائب مہتمم تعلیم وتربیت، جامعۃ الفلاح، بلریا گنج، اعظم گڑھ

۵- مولانا ولی اللہ مجید قاسمی، wmqasmi@gmail.com

استاذ جامعۃ الفلاح، بلریا گنج اعظم گڑھ، یوپی

۶- ڈاکٹر محمد اسامہ، usama9911@gmail.com

گیسٹ لیکچرر، شعبۂ اسلامک اسٹڈیز، جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی

۷- ضمیر الحسن خاں فلاحی، Zamirulah@rediffmail.com

سکریٹری جماعت اسلامی ہند، حلقۂ یوپی مشرق

۸- احسان الحق عارف آئمی

استاذ جامعۃ الفلاح، بلریا گنج اعظم گڑھ، یوپی

۹- نعمان بدر فلاحی، nomanbadaralig@gmail.com

ریسرچ اسکالر، شعبۂ عربی، علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی، علی گڑھ

۱۰- مولانا مصباح الباری فلاحی

استاذ جامعۃ الفلاح، بلریا گنج اعظم گڑھ، یوپی

ملکی وقومی تعمیر وترقی میں خواتین کا اشتراکِ عمل

کسی قوم یا ملک کی خواتین جب بیدار ہوجاتی ہیں تو ملکی تعمیر وترقی اور فوز وفلاح کے امکانات روشن ہوجاتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کی جہانبانی اور ان کی فراست کو حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تجارتی مشارکت (قبل وبعد رسالت) میں بآسانی محسوس کیا جاسکتا ہے۔ حضرت عائشہؓ (و:۶۷۷ء)، حضرت سودہؓ (و:۶۷۳ء)، حضرت فاطمہ الزہراؓ (و:۶۳۲ء)، حضرت ام سلمہؓ (و:۶۸۱ء)، حضرت ام ہانیؓ (و:۶۶۰ء)، حضرت خنساءؓ (و:۶۴۴ء) اور متعدد صحابیات کی سماجی، مذہبی، رفاہی، تعلیمی اور سیاسی خدمات کا مطالعہ معاصر عہد کی خواتین کو سماجی اشتراکِ عمل میں مہمیز کرے گا۔ مکی اور مدنی معاشرت میں خواتین کی حصہ داری کے چشم کشا عنوان سے عرب دنیا کے معروف اسکالر شیخ ابوعبدالرحمٰن عبدالحلیم محمد ابوشقہ نے ''تحریر المرأۃ فی عصر الرسالۃ'' اور معتبر سیرت نگار پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی نے ''رسول اکرم ﷺ اور خواتین-ایک سماجی مطالعہ'' تصنیف فرما کر حقوق نسواں کے مختلف پہلوؤں پر اپنی تحقیقات پیش کی ہیں۔ دونوں حضرات نے سیرت پاک کے واقعاتی ومعاشرتی مطالعہ (Empirical Study) کے ذریعہ اسلامی ثقافت کی تعمیر وترقی میں خواتین کی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔(۱)

علمی دنیا میں ان تازہ تحقیقات کے نتیجے میں خواتین کے تعلق سے غیر عادلانہ رویے کو غور وفکر کا موضوع بنایا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسانی معاشرے کے اس نصف جہان کو صیقل کرنے اور امت اسلامی کی مجموعی فوز وفلاح کے کاموں سے اسے وابستہ کرنے کا آج سے زیادہ موزوں ترین وقت ہمارے ملک کو نصیب نہیں ہوا ہے۔ ماضی میں عہد وسطیٰ کا ہندوستان اور معاصر بھارت میں خواتین اسلام نے اپنی خدمات پیش کی ہیں اور بالعموم انھوں نے اسلامی شعار اور اسلام کی عطا کردہ آزادی کے اندر رہتے ہوئے یہ کارنامے انجام دیے ہیں۔ اس ضمن میں نواب سکندر بیگم (و:۱۸۶۸ء)، بیگم حضرت محل (و:۱۸۷۴ء)، بی امّاں (و:۱۹۲۴ء)، نواب سلطان جہاں بیگم (و:۱۹۳۰ء) اور بیگم موہانی (و:۱۹۳۷ء) کو بطورِ مثال پیش کیا جاسکتا ہے۔ مذکورہ بھارتی مسلم خواتین کی خدمات کا مطالعہ ملک کے تئیں ان کی حب الوطنی اور اسلامی تعلیمات کے فروغ میں متعدد روشن اور قابل تقلید پہلوؤں کو ہمارے سامنے لاتا ہے۔

مفکر اسلام مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ (و:۱۹۷۹ء) نے جماعت اسلامی کی تشکیل کے بعد خواتین کی اہمیت کو محسوس کیا۔ انھوں نے ۲۱؍اپریل ۱۹۴۵ء میں آٹھ سو ارکان کی موجودگی میں کل ہند اجتماع ارکان جماعت اسلامی، منعقدہ پٹھانکوٹ، پنجاب میں فرمایا تھا:

> ''فی الوقت ہمارے لیے یہ سوال بہت اہم ہے کہ عورتوں کو کس طرح اپنے ساتھ لیں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ جب تک عورتیں ہمارے ساتھ نہ ہوں پچاس فیصدی آبادی مستقل طور پر ہم سے غیر متعلق رہے گی اور وہ پچاس فیصدی آبادی وہ ہوگی جس کی گود میں بقیہ پچاس فیصدی آبادی تیار ہوتی ہے۔ لہٰذا ہماری تحریک کی ترقی کے لیے عورتوں کا اس میں شامل ہونا اتنا ہی ضروری ہے جتنا مردوں کا شامل ہونا لیکن ہمارے لیے یہ کام اتنا سہل نہیں ہے جتنا دوسری تحریکوں کے لیے ہے۔''(۲)

بعد کی دہائیوں میں الحمدللہ تحریک اسلامی نے برصغیر کے تینوں خطوں (بھارت، پاکستان اور بنگلہ دیش) میں مختلف محاذوں پر حقوقِ نسواں کا تحفظ کیا ہے، انہیں اسلام کی عطا کردہ آزادی دلوائی ہے اور خود ان کے اندر شریعت اسلامی کے عطا کردہ حقوق وفرائض پر قانع بننا سکھایا ہے۔ فکر اسلامی کی بنیاد پر تحریک اسلامی کی اس خدمت کو ملکی وعالمی سطح پر محسوس کیا گیا ہے۔ ریسرچ وتحقیق کا یہ معاشرتی مطالعہ خود تحریک اسلامی کو جذبۂ تشکر و امتنان کا موقع عطا کرے گا۔ مثلاً: بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی آف اسلام آباد، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی آف ملیشیا اور ڈھاکہ یونیورسٹی کے علاوہ خود بھارت میں جموں وکشمیر کے مدارس نسواں اور جامعات، جامعۃ الفلاح اعظم گڑھ کے کلیۃ البنات اور رامپور کی جامعۃ الصالحات میں علوم اسلامیہ کے حصول کے لیے خواتین کی کوہکنی اور ان کا جذبۂ عشق قابل رشک وفخر ہے۔ قارئین کے علم میں ہوگا کہ مسلم پرسنل لا اور یکساں سول کوڈ کے مسئلہ پر بیسویں صدی کی ساتویں دہائی میں خواتین نے ملک گیر جدوجہد کی تھی اور حکومت کو ناپاک منصوبے سے باز رکھا تھا، جس کی زندہ مثال شاہ بانو کیس بھی ہے۔ اس مقام پر اس اعتراف میں کشادہ ظرفی کا مظاہرہ کرنا چاہیے کہ آج ''شاہین باغ'' خواتین کی اقدامی صلاحیتوں کے لیے اور ملک میں نئی تاریخ رقم کرنے کے حوالے سے ایک استعارہ بن چکا ہے۔ خدا کرے کہ یہ تاریخ ساز تحریک زندہ وبے دار رہے اور حالیہ دنوں میں بھارت باسیوں کے خلاف جو سازش رچی جا رہی ہے، اسے ناکام بنانے میں مردوں کو مہمیز کرتی رہے۔ خوش آئند پہلو یہ ہے کہ شاہین باغ کی خواتین نے برادرانِ وطن — مرد وخواتین — کو اسلام

کے آفاقی پیغام کے مطالعہ کی طرف راغب کیا ہے۔ اس موقع پر خواہش ہوتی ہے کہ قارئین سے درخواست کی جائے کہ موجودہ تحریک نے تقابلِ ادیان کے جو مواقع پیدا کردیے ہیں، ان کے ادراک کے ساتھ برادرانِ وطن سے قرب و اتصال کی راہیں تلاش کی جائیں تا کہ یکجہتی اور اتحاد کی جو فضا ہموار ہوگئی ہے، اسے فسطائی قوتیں کافور نہ کردیں!

وما توفیقی الا باللّٰہ

ضیاءالدین ملک فلاحی

شعبۂ اسلامک اسٹڈیز، علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی، علی گڑھ

۱۹؍فروری ۲۰۲۰ء، ۲۴؍جمادی الاخری ۱۴۴۱ھ

حواشی ومراجع

۱۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ کریں: مقالہ راقم: نبوی معاشرے میں خواتین کی حصہ داری (سدالذریعہ کے شرعی اصول کا نفاذ)، Empowerment of Women under the Prophet of Islam, (Seminar Paper), Seerat Commiitte, A.M.U., Aligarh, 2015, pp. 648-665.

۲۔ شعبۂ تنظیم، روداد جماعت اسلامی، حصہ سوم، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی، اپریل ۲۰۱۵ء، ۱۵۱

فَاسۡتَجَابَ لَهُمۡ رَبُّهُمۡ أَنِّیۡ لاَ أُضِیۡعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنکُم مِّن ذَکَرٍ أَوۡ أُنثَی

(آل عمران: ۱۹۵)

’’اللہ تعالیٰ نے یہ بات طے کردی ہے کہ کوئی عمل والا جو عمل کرے گا، میں اس عمل کو ضائع نہیں کروں گا، چاہے وہ مرد ہو یا عورت ہو‘‘۔

افادات جلیل احسن ندویؒ

(سورۂ طٰہٰ)

ظفر احمد الاثری

(آیت ۹۶) یہ آیت بہت ہی اہم ہے، اور اسلاف میں اس آیت کے بارے میں اختلاف ہے۔ پہلی تاویل: میں نے وہ چیز دیکھی جوان لوگوں نے نہیں دیکھی۔ یعنی ہم جب دریا پار کر رہے تھے تو اس وقت ہم نے دیکھا کہ جبرئیلؑ گھوڑے پر سوار ہیں اور جہاں جہاں ٹاپ پڑ رہا ہے وہاں سبزہ پڑ جاتا ہے، چنانچہ میں نے وہاں سے اس مٹی کو لے لیا اور یہ اچھی چیز تھی۔ اور یہ مٹی لیکر سونے میں ملا کر دیا، **فجعلت العجل الذی یخور خور الثور**. دوسری تاویل یہ ہے کہ میں نے وہ چیز پائی جو انھوں نے نہیں پائی یعنی میں نے صحیح کو پالیا جسے یہ حضرات نہیں پا سکے چنانچہ ہم نے تھوڑی سی رسول کی پیروی کی لیکن اسے پھینک دیا اس طرح میرے نفس نے اس چیز کو آسان کر دیا۔ اب وہ خود ہی اپنی زبان سے باغی ہونے کا اقرار کر رہا ہے۔ اور اپنے مجرم ہونے کا باقاعدہ اعلان کر دیا (یہ رائے ابو مسلم اصفہانیؒ کی ہے) اور اس تاویل کو مولانا اختر احسن اصلاحیؒ نے لیا ہے۔ [**کذالک**] مجھے آپ پر اعتماد نہیں تھا اس لیے میں نے ایسا کیا اور میرے نفس نے ایسا کرنے کو کہا۔ (آیت ۹۷) **ان اعترفت فاذھب** اس کے بعد اس کے لیے سزا متعین ہوگئی یعنی اسے پوری قوم میں اچھوت قرار دے دیا گیا۔ اور یہ سزا اسے اس دنیا میں دی گئے۔ [**ان لک موعداً لن تخلفه**] یعنی عالم آخرت ہے۔ وہاں تجھے پیچھا نہیں چھوڑا جائے گا، بلکہ تمہیں وہاں بھی دردناک عذاب سے دوچار ہونا پڑے گا۔ اور ہم تمہارے الہ کو ریزہ ریزہ کر کے سمندر میں پھینک دیں گے۔ اور اس کو جلائیں۔ **فانظر الی الھک الذی ظلت علیه عاکفاً** (آیت ۹۸) تمہارا الہ صرف اللہ ہے۔ اور اس کے سوا کوئی دوسرا الہ نہیں ہے۔ اس کا علم محیط ہے اور قدرت بھی محیط ہے۔ [**کذالک نقص**] تاریخی قصے مراد ہیں۔ (آیت ۹۹) **من الامم و الرسل**. [**انباء**] سرگزشت۔ یعنی کون فاتح ہوا اور کس نے شکست کھائی اس کو ہم بتانے کے لیے اس طرح کے قصے بیان کرتے ہیں۔ اور تم بھی اس سے نصیحت حاصل کرو۔ **ذکرتکم فتذکروا به**. یعنی یہ کہ باطل کے مظالم کے موقع پر کیا کرنا چاہیے اور کس طرح صبر کا مظاہرہ

کرنا چاہیے، یہ تمام چیزیں ان واقعات سے حاصل کرواور ہم نے تمہارے پاس یہ کتاب بھیجی ہے۔(آیت۱۰۰) [وزراً] ای ثقیلاً، جواس سے اعراض کرے گا اور نہیں مانے گا،تو قیامت کے دن بھاری بوجھ اٹھائے گا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔

(آیت۱۰۱) [وساء لهم يوم القيامة حملاً]اور یہ کتنا بڑا بوجھ ہوگا۔بوجھ ہونے کے اعتبار سے۔(آیت۱۰۲) قیامت کی تصویر ہے۔اس دن صور پھونکا جائے گا۔اورمکذبین اندھے اٹھائے جائیں گے۔ اس دن کا تصور کرو جب صور پھونکا جائے گا یعنی قیامت کا بگل بج جائے گا، اور حاضری کا بگل بجے گا۔[زرقاء]کرنجی۔نیلی آنکھوں والا۔دہشت کی تصویر ہے۔(آیت۱۰۳)يتخافتون، يتعاملون خافتين اصواتهم. بات آہستہ آہستہ کریں گے۔[الا عشراً] ساعات عشراً او عشر ليال. (آیت۱۰۴)جوکچھ وہ کہتے ہیں ہم اس سے واقف ہیں۔اور یہ سب باتیں لیڈر حضرات کہتے ہیں۔ہم اس کوحیاۃ خالدہ سمجھتے تھے اور اب نیا کی زندگی کی حقیقت کھل گئی۔قیامت کے دن ان کے سامنے یہ بات کھل کر آجائے گی، یہ زندگی تو فانی ہے، اورحقیقت میں وہ دنیا یا وہ وعدہ جس کا نبی ہم سے کرتا تھایہی سامنے ہے۔اور یہی خالد ہے اور ہمیشہ کی دنیا ہے۔[امثل] قائدهم، سيدهم، افضلهم طريقةً.[طريقةً]فکری حالت کے لحاظ سے۔(آیت۱۰۵)یہ مکذبین قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں۔تم سے پہاڑ کے بارے میں۔پہاڑ ریزہ ریزہ ہوکر اڑے گا۔تو آپ انہیں کہ دیں کہ یہ حقیقت ہے اور ایسا یقیناً ہوگا۔[القاع] مسطح زمین[صفصف] ارض مستوية ليس فيها شئى من الجبال. اس وقت کی حالت یہ ہوگی،اس سرزمین میں نہ کوئی درخت ہوگا،زمین بالکل سپاٹ ہوجائیں گی۔[الامت] المكان المرتفع ، الصفصف جمعه امات. (آیت۱۰۸)لا عوج فى اتيانهم، سیدھے اللہ کے حضور ہوں گے۔[خشعت] ای خفقت الاصوات.

(آیت۱۰۹)من اذن له. ملائکہ بھی شفاعت کریں گے۔(آیت۱۰۹)[الشفاعة] ال عہد ذہنی کا ہے۔مشرکین کا جوعقیدہ ہے کہ ہم جن کی پرستش کرتے ہیں وہ ہمیں بخشوادیں گے۔تو یہ شفاعت کا عقیدہ نہایت غلط ہے۔ان کے عقیدہ کے مطابق وہاں شفاعت نہیں ہوگی، وہاں تو ایک ہستی ہوگی جوان کے بارے میں فیصلہ کرے گی اور شفاعت کا حق صرف ان ہی کو ملے گا جن کو اللہ تعالیٰ کی طرف اجازت ملے گی۔اور وہاں کوئی ہستی نہیں ہوگی جوشفاعت کرے۔[من] مشفوع له،مراد ہوسکتا ہے،اور شفیع بھی۔[الا] رجلاً يأذن لشفاعته الرحمان او رجلاً يأذن الرحمان،ان يشفع له،و رضى ان يقال فيه[من] شفيع عند الاستاذ[الشفيع]جس کے حق میں وہ چاہے کہ سفارش کرنے والا سفارش کرے تو وہ سفارش کرے گا اس طرح کافروں کے حق میں سفارش ختم ہوجاتی ہے۔[رضى له قولاً] فهو الذى يشفع۔اوراس کی بات کو پسند کرے

گا۔اوراس میں پیغمبر،صحابہ،وقت کے صلحاء شامل ہوں گے۔اور یہ تمام صلحاء اورانبیاءؑ صحیح صحیح بات کہیں گے۔اور اللہ کے اذن سے بات کریں گے۔اورصحیح معنوں میں شفاعت کریں گے،بلکہ استدعا کریں گے اور دعا کریں گے۔اورقرآن کا شفاعت کے تصور کے بارے میں تصور یہی ہے۔پیغمبر ہو یا ملک،اللہ کومعلوم ہے وہ اس کے خلاف فیصلہ نہیں کریں گے۔اور رحمان کی اجازت سے کہیں گے اورصحیح شفاعت کریں گے اس طریقۂ شفاعت کو یہاں بیان کرکے ان کے طریقۂ شفاعت کا ابطال کرنا مقصود ہے۔عقیدۂ شفاعت جومشرکین کا ہے اس کی تردید کرتے ہوئے علم محیط کا ذکر کرتا ہے،اس لیے کہ اللہ کومعلوم ہے اس لیے جو بادشاہ کومعلوم ہوتو اس کوکوئی گھپلے میں نہیں ڈال سکتا۔(۱۱۰) عقیدۂ شفاعت جومشرکین کا ہے اس کی تردید کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے علم محیط کا ذکر کرتا ہے۔ اس کا علم محیط ہے۔وہ جانتا ہے کہ اس دنیا میں رہتے ہوئے انسانوں نے کیا کیا ہے؟ مشرکین یہ سمجھتے ہیں کہ حقیقت میں ہم جن کی پرستش کرتے ہیں وہی دراصل اللہ سے کہیں گے۔ایسا نہیں ہوگا صرف اللہ ہی فیصلہ کرے گا۔ان سے کہا جارہا ہے کہ ایسی بات نہیں ہے بلکہ اللہ تم سے واقف نہیں ہے۔اورتمہارے حالات سے واقف ہے،جوکچھ تم کہہ رہے ہو اسے جانتا ہے۔اوراسی کے لحاظ سے فیصلہ کرے گا۔اور یہ واقفیت اس لیے ہوگی تاکہ لوگ گھپلے میں نہ ڈال سکیں۔[ایدیھم] ھم سے مراد شافع اورمشفوع ہیں یعنی یہ تمام اللہ کوگھپلے میں نہیں ڈال سکتے ہیں۔اور یہ بھی ان کونہیں معلوم کہ قیامت کب آئے گی۔اور یہ صرف اللہ کے سوا کوئی دوسرا نہیں جانتا۔

(آیت۱۱۱) تمام منکرین اور مشرکین سرافگندہ ہوں گے۔چوں کہ قیامت کا مسئلہ چل رہا ہے اس لیے حیّ قیوم لایا گیا ہے۔وہ ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے،اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے،وہاں کسی کی نہیں چلے گی۔جوشرک کرے گا ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔[قیوم] ٹھیک ٹھیک انتظام کرنے والا اورٹھیک ٹھیک بدلہ دینے والا، وہاں کسی کی نہیں چلے گی۔(آیت۱۱۲) ایمان رکھتے ہوئے عمل کریں گے توان کے بارے میں ظلم کا اندیشہ نہیں ہے۔ان پرظلم نہیں کیا جائے گا۔[الظلم] کمی کرنا،اجر میں کمی کا اندیشہ نہیں ہوگا۔[الھضم] کمی کردینا،نہ جزء اُورنہ کلاً کم کیا جائے گا۔(آیت۱۱۳) [وکــذالک] اسی طرح جس طرح بیان کیا،جس طرح دوآسمانی کتابوں کواتارا اسی طرح اس کواتارا۔[۵] المنزل علی محمد ﷺ،[قرآناً عربیاً] عربی ایڈیشن ہے۔پہلے کی آسمانی کتابیں دوسری زبانوں میں اتری تھی،لیکن یہ آسمانی کتاب ان کے حال کے موافق اتری ہے۔[تصریف] قولہ من وجہٍ الی وجہٍ [یتقون] اللہ کے عذاب سے بچ سکیں گے۔[احداث الذکر]ان کوتذکیر کرتی ہے،اس کومختلف اصولوں سے بیان کیا جاتا ہے تاکہ ذکرکو پیدا کرے۔لعلھم یتقون او یحدث ذکرھم فی نفوسھم. (آیت۱۱۳) پہلے سبب کو بیان کیا اس کے بعد مسبب کو بیان کیا۔پہلے حدوث کا ذکر ہوتا ہے اس کے بعد تقوی کا مادہ پیدا ہوتا ہے۔(آیت۱۱۴) لیکن یہ حضرات آخرت کی حقیقت پرایمان نہیں لاتے اور شفاعت کے چکر میں پڑے ہیں،توان کی خواہش کے علی الرغم فیصلہ ہوگا۔

اس لئے اس تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔[الملک] جب وہ مالک ہے تو یملک علی امور الناس وہ قادر مطلق ہے۔ وہ حق ہے اس لئے اس کی تمام چیز حق ہے۔ پہلی صفت الملک الحق ہے، دوسری صفت متعالی الشان تو یہ لوگ شفاعت کی گنجائش کو کس طرح پاتے ہیں۔ اب اس کے بعد ایک دوسرا مسئلہ بیان ہو رہا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کو یہ خواہش پیدا ہوتی تھی کہ قرآن کی جتنی بھی تبشیری اور تنذیری آیتیں ہیں سب اکٹھا بیان کردی جاتیں، اور بیک وقت سنا دی جاتیں تو اس کی اللہ تعالیٰ منع فرمایا، اور کہا کہ ایسی خواہش نہ کرو کہ سارا قرآن ایک ہی مرتبہ میں اتر جائے۔ وحی کے ختم ہونے سے پہلے یہ جذبہ نہیں پیدا ہونا چاہئے، کیونکہ ہمارا تدریجاً قرآن کو اتارنا حکمت پر مبنی ہے، آپ صرف یہ دعاء کریں رب زدنی علماً۔[قضی یقضی] ایسی خواہش مت کرو، جلدی نہ کرو کہ پوار قرآن ایک ہی مرتبہ میں اتر جائے تو پوری وحی ختم ہونے سے پہلے یہ جذبہ پیدا نہیں ہو چاہیے۔ قضیت الدین، چکا دینا، یعنی قرآن کو پورا ہونے سے پہلے خواہش نہ کرو کیونکہ ہم تدریجاً اتارنا چاہتے ہیں اور اس تدریج میں حکمت ہے۔ سورۂ قیامہ میں یہی مضمون آیا ہے لیکن وہ اس سے مختلف ہے۔ یہاں پر جلد از جلد قرآن کی تکمیل کی خواہش کا بیان ہے اور تدریج سے اتارے جانے پر زور دیا جا رہا ہے۔

(آیت ۱۱۵) اب یہ حقیقت واشگاف کی جا رہی ہے کہ کیوں نجماً نجماً قرآن کو اتارا جا رہا ہے۔ اور کیوں نہیں پورے قرآن کو بیک وقت اتار دیا جاتا، تو یہ بھی حقیقت پر مبنی ہے۔ وہ وجہ یہ ہے۔[لان ذالک ان الانسان ضعیف فی ارادته و عزیمته] (آیت ۱۱۵) اس سے پہلے ہم نے آدم کو وصیت کی تھی لیکن ان کے اندر رسوخ نہیں پیدا ہوا اور ان کے اندر پختگی نہیں پائی گئی۔ اس لیے پہلے سبق کو خوب پختہ کرو، اس کے بعد تھوڑا تھوڑا اتارتے رہیں گے۔ (آیت ۱۱۶) اذ مفعولیہ. اذکر الحادثة التی وقعت۔ قصہ کی ابتدا ابلیس سے ہو رہی ہے، اس آیت میں یہ بتلایا گیا کہ ملائکہ کو جب حکم الٰہی کی پیروی کا حکم ملا کہ آدم کے سامنے سجدہ کرو تو انھوں نے ہنسی خوشی حکم الٰہی کی پیروی کی۔ لیکن ان ہی میں ایک ناری فرشتہ تھا، اس نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ اور حکم عدولی پر اڑا رہا۔ ایسا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پہلی مرتبہ اسے حکم عدولی پر لعنت بھیجی بلکہ قرآن نے اس کو مکالمہ کی شکل میں پیش کیا ہے، جو اللہ اور شیطان کے درمیان ہوا ہے، اس مکالمہ کا مقصد یہ تھا کہ ابلیس اپنی پہلی حرکت سے باز آ جائے، اور آدم کے سامنے سجدہ کرے، لیکن وہ اپنی ہٹ دھرمی پر تلا رہا۔ بالآخر اسے ملعون اور مردود قرار دے کر جنت سے نکال باہر کیا گیا۔ آدم کے سامنے فرشتوں کا سجدہ کرنا دراصل ان کا امتحان مقصود تھا۔ چنانچہ تمام فرشتے سوائے ایک کے تمام اس امتحان میں کامیاب ہوگئے۔ فرشتوں کی یہ خاصیت ہے کہ وہ حکم عدولی نہیں کر سکتے۔ حکم کو بجالانا اصل میں ان کی ترقی اور معراج ہے۔ ابلیس ایک الگ مخلوق ہونے کی وجہ سے اسے بھی امتحان میں ڈال کر آزمایا۔ ہوسکتا ہے کہ سجدہ کرنے کا حکم ابلیس کو تمام فرشتوں ہی ساتھ دیا گیا ہوگا۔ یا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ابلیس کو الگ دیا گیا ہوگا۔ لیکن ابلیس ملائکہ میں سے نہیں تھا۔

(آیت ۱۱۶) چنانچہ ابلیس حکم الٰہی کے مطابق ملعون قرار دے دیا گیا اور جنت سے باہر کر دیا گیا۔
لیکن اس نے اللہ سے کہہ دیا تھا کہ ہم تیرے بندوں کو بہکائیں گے اور صراط مستقیم سے ہٹائیں گے اور خدائے تعالیٰ نے اس کی اجازت دے دی۔ اس حکم کو پاتے ہی وہ انسانوں کا دشمن ہوگیا۔ اسی کو خدائے تعالی ان آیتوں میں حضرت انسان کو یہ بات بتلا دی۔ اے انسانو! یہ ابلیس تمہارا دشمن ہے۔ آدم اور حوا کو یہ حکم دے دیا گا کہ تم دونوں اس سے بچے رہنا، یہ تم دونوں کا دشمن ہے اور یہ ایسی اسکیم بنائے گا کہ وہ تم کو ہماری رحمت سے دور کر دے، اس لیے وہ تم دونوں کو ایسا نہ کرنے پائے۔ ورنہ تمہیں خدا کی رحمت نہیں ملے گی۔ (آیت ۱۱۸) اللہ تعالی آدم اور حوا کو ان نعمتوں سے نوازا کہ اس میں بھوک نہیں لگے گی۔ اس طرح کے آرام کی چیزیں ہیں اور نہ اس میں ننگے ہونے کا سوال ہے۔ (آیت ۱۱۸) اور نہ اس میں پیاس لگے گی اور دھوپ کا اثر دیکھوگے، یہ تمام چیزیں انسانی ضروریات میں شامل ہیں اور خدا کی طرف ان سب کا انتظام ہوگیا۔ یہ بنیادی ضرورت ہے جسکی تکمیل ہوگی۔ [أنّک] کا عطف الّا تجوع پر ہے۔ یعنی أنّ کے اسم پر عطف ہوگا۔ اس لیے أنّ ہوگیا ہے۔ دوسری طرف خدائے تعالی نے آدم کو یہ ہدایت دے رکھی تھی کہ یہ شیطان تم دونوں کا دشمن ہے اور جنت میں یہ بتلا دیا تھا کہ فلاں درخت کے پھل کو نہ کھانا ورنہ معصیتوں کے دروازے کھل جائیں گے۔ اور اس کا نام شجر المعصیہ ہے۔ اور اس کا پھل کھانے سے شیطنت سوجھتی ہے۔ حضرت آدمؑ کو جنت میں رکھ کر ان کو امتحان میں ڈالنا مقصود تھا، چنانچہ ایسا ہی ہوا، دوسری طرف شیطان کے غلط مقاصد سے آدمؑ کو خدائے تعالی نے آگاہ کر دیا ہے تاکہ آدم شیطان کے غلط عنصر سے بچے رہیں اور اپنی حفاظت کریں۔ اصل مقصد یہ ہے کہ آدمؑ جان لیں کہ شیطان کن کن راستوں سے وسوسہ اندازی کرتا ہے۔ اور کن کن طریقوں سے حملہ کرتا ہے اور اپنی گرفت میں کر لیتا ہے۔ اصل نقشہ یہ ہے کہ آدمؑ کو دنیا میں خدا بھیجے گا پھر اس امتحان سے یہ مقصود بھی ہے کہ کوئی بندہ خدا کی رحمت کو کس طرح پا سکتا ہے۔ [وسوس] ایک دوست کا دوسرے دوست سے بات کرنا۔ (آیت ۱۲۰)

[قال یا آدم] یہ وسوس کی تفسیر ہے۔ اس وقت شیطان آدمؑ کا دوست ہو چکا ہے اس لیے کہ وسوسہ اسی وقت ہوتا ہے جب کوئی کسی کا مخلص دوست ہوتا ہے۔ [وسّ، وسوس، یوسوس] **تکلم بکلام خفی**، شکاری کا دوسرے شکاری سے ہلکی آواز سے یا اشارہ سے باتیں کرنا۔ جو آدم اور ابلیس میں گفتگو ہوئی ہے وہ اس آیت میں مذکور ہے، ابلیس کی وسوسہ اندازی اس طرح شروع ہوتی ہے کہ آدمؑ اس کے دھوکے میں آجاتے ہیں اور اس کے بہکاوے میں آجاتے ہیں، اور فرمانِ الٰہی کو بالائے طاق رکھ دیتے ہیں، جب انھوں نے ذکر الٰہی کو اپنے دل سے نکال پھینکا تو شیطان نے آدم کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ ابلیس یہ کہتا ہے: یہ درخت جس سے تمہیں روکا گیا ہے وہ اس لیے کہ اس کے کھانے سے تم ہمیشہ زندہ رہوگے اور تمہیں ایسی اقتدار مل گی

جو ہمیشہ رہے گا۔''اے آدم میں تجھے ایک ایسے درخت کا پتہ بتاؤں جس کے کھانے سے انسان کو خلود حاصل ہو جاتا ہے اور جس کی وجہ سے انسان کو ہیشگی کا اقتدار نصیب ہوتا ہے۔اس لیے اگر تم ہمیشہ کی زندگی چاہتے ہو اور ہمیشہ کا اقتدار مطلوب ہے تو میں تمہیں ایک درخت کا پھل بتاؤں،اس کو کھاؤ تو یہ تمہاری آرزو پوری ہو کر رہے گی۔اور یہ باتیں ابلیس نے مسلسل کیں۔ان کنت تريد ملكاً غير زائل وان كنت حياةً دائماً فذق هذه الشجرة. (آیت۱۲۱)[اكلا] کا مطلب یہی ہے۔[بدا، يبدو] ظاہر ہونا۔[فبدت] ظهرت بعدما خفيت. وہ سوآت کو نہیں جانتے تھے لیکن اب ان کے سامنے برائیاں کھل کر سامنے آ گئیں۔[سوأة] الفعلة القبيحه ان کو برائیاں معلوم ہوگئیں(شاہ عبدالقادرؒ)(الثانی) شرم گاہ کھل گیا۔پس ان کے سامنے برائیاں تمام کی تمام کھل کر آ گئیں۔(عندالاستاذ)[طفقا يخصفان] یہ توبہ کی تصویر ہے۔(آیت۱۲۲)[اجتبی] توبہ کی توفیق دی،اس فعل سے آدم شرمائے۔اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف کھینچا،وقفہ اتنا ہے کہ انھوں نے فوراً توبہ کی۔اور توبہ فوراً قبول ہوگئی۔غلطی کی وجہ سے رحمت ونصرت سے محروم ہو گئے تھے۔ پھر اصل راستے پر آگئے۔اس کے برخلاف ابلیس نے غلطی کی تھی اور اس غلطی کے بعد ابلیس اکڑتا رہا۔اور اپنی حرکت سے باز نہیں آیا،اس لیے وہ مردود اور ملعون ٹھہرا۔(آیت۱۲۳) [اهبطا] آدم وحوا.من هذه الدار الى الدار السالفة. یہ نوع انسانی کے نمائندے ہیں۔اسی لیے نمائندہ سے خطاب کیا جارہا ہے۔[جميعاً][مجتمعين] ۔اس زمین پر جانے والے میں سے کچھ تو کچھ کے دوست ہوں گے اور کچھ دوسروں کے دشمن ہوں گے۔اور آزادی ملے گی تو کوئی ابولہب ہوگا اور کوئی ابو بکر ہوگا۔افکار وخیالات میں لڑائی ہوگی۔کوئی رحمان کا بندہ ہوگا کوئی شیطان کا بندہ ہوگا۔[فاما] امر واقعہ پر داخل ہوتا ہے۔اور میری طرف تمہارے پاس ہدایت نامہ پہنچے گا اور جو اس کی پیروی کرے گا وہ کامیابی سے ہم کنار ہوگا۔اور جو اس کو ٹھکرا دے گا وہ ناکامی سے دوچار ہوگا۔اور ان کے لیے زندگی تنگ ہو جائے گی۔دولت ہوتے ہوئے بھی معيشة ضنكاً ہوگا۔پھر انھیں قیامت کے دن اندھا بنا کر اٹھایا جائے گا۔(۱۲۵) پھر وہ دستِ سوال ہوں گے اے اللہ آپ نے ہمارے ساتھ ایسا کیوں کیا جب کہ ہم دنیا میں بصیر تھے۔

(آیت ۱۲۶) جواب ملے گا کہ دنیا میں تم نے ہماری آیتوں کی پیروی نہیں کی اور ان آیتوں کو بھلا ڈالا اور اس کی پرواہ تک نہیں کی اور نبی سناتا رہا لیکن تم اس کو مذاق بناتے ہوئے گزر جاتے تھے اور اس کو اپنے دل میں کوئی جگہ نہیں دیتے اور تمہارے اندر اس کی اہمیت ذرہ برابر نہیں تھی۔تمہارے اس کردار نے واضح کر دیا کہ تم نے اپنے اصل مالک وخالق کو بھلا دیا تھا لہٰذا اسی قانون کے تحت تمہارے ساتھ ویسا ہی معاملہ کیا گیا،اس پر افسوس کیوں کرتے ہو۔(آیت ۱۲۷)[من اسرف] حد بندگی سے جو ہٹ جائے۔

[بآیة ربه]الآیات المنزلة ،پوری کائنات کی آیتیں۔آیت الٰہی پر ایمان نہ لانے والوں کواور بندگی سے تجاوز کرنے والوں کو دائمی عذاب اس آخرت میں لکھ دیا گیا۔اور وہ اس عذاب میں ہمیشہ ہمیش باقی رہیں گے۔مکہ کے مسرفین اس قرآن پر ایمان نہیں لا رہے ہیں اس لیے وہ معیشۃً ضنکاً سے دوچار ہوں گے۔ (آیت ۱۲۸)افلم یبین لھم اننا اھلکنا الاحزاب التی کذبت رسلھم بسبب متکبر. و فی ذالک ھدایة لھؤلاء المشرکین ۔(آیت ۱۲۸) یہ ان علاقوں سے گزرتے ہیں جہاں کہ امم بائدہ کی نشانیاں موجود ہیں۔ان میں یہ موجود ہے کہ یہ قومیں کیوں ہلاک کی گئیں؟ کیا اسباب تھے،تو یہ مشرکین مکہ ان کے بارے میں نہیں سوچتے ہیں کہ کیسے ہدایت پائیں گے اور ان سے عزت حاصل کریں، بلکہ ان کا طرزِ عمل وہی کچھ ہے جو امم بائدہ کا تھا۔اللہ تعالی ان کے سامنے حقیقت بیان کردی کہ یہ قومیں ہلاک کی گئیں۔[یمشون فی مساکنھم]ھذہ وقعت الحال۔ان کے مسکنوں میں اہلِ عقل کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔اگر تم عقل والو ہو تو ان نشانیوں سے عبرت حاصل حاصل کرو، وہ ہمیشہ متصرف ہے، وہ اپنے صالح بندوں کو اچھے راستے سے ہم کنار کرتا ہے اور مکذبین دعوت کو برے انجام سے دوچار کرتا ہے۔ان مساکن میں اللہ کی رحمت اور اس کے عدل اور رافت کی نشانیاں موجود ہیں۔اس کا دوسرا پہلو جو نکلتا ہے وہ یہ کہ یہ مشرکین اسی انجام سے دوچار ہوں گے، جس سے پہلی قومیں دوچار ہو چکی ہیں۔اس لیے ان کی روش وہی ہے، جو امم بائدہ کی تھی۔(آیت ۱۲۹) [کلمة] متعینہ مدت۔یعنی قوموں کا امہال۔ان مکذبین کے لیے اگر اجل مسمی نہ ہوتا تو عذاب الٰہی ان سے چمٹ جاتا۔لیکن اس وقت ہمارا قانون امہال چل رہا ہے اور سنبھلنے کی مدت چل رہی ہے اس لیے عذاب نہیں آرہا ہے۔اس لیے اے کافرو! اپنی تکذیب سے عذاب کو دعوت نہ دو۔اس آیت سے مؤمنین کو غیر معمولی تسلی ہوگی۔اور اللہ کا وعدہ تمہارے حق میں پورا ہوگا اور اللہ تعالی مسلسل تکذیب کرنے والوں کو ہلاک کرے گا۔جب یہ بات ہے تو اے اہلِ ایمان صبر سے کام لو اور ان باتوں پر جو مشرکین مذاق کا ایک سلسلہ بنا لیا ہے اس پر صبر کرو۔(آیت ۱۳۰) اور یہ صبر کہاں سے آئے گا وہ نماز سے حاصل ہوگا۔

(آیت ۱۳۱) ابھی عذاب نہیں آئے گا۔ابھی قانون امہال چل رہا ہے،اس لیے صبر کرو۔اور خدا کا شکر ادا کرو اور اس کی حمد بیان کرو۔[طلوع الشمس] فجر[قبل غروبھا]عصر[من] بمعنی فی اور رات کے اوقات میں نماز پڑھو۔تہجد اور عشاء[اطراف النھار]اجزاء النھار،ظہر اور مغرب[لعلک ترضی] تاکہ تو

خوش ہو۔تمہارا غم خوشی سے بدلے۔تمہارا مداوا اسی سے ہوگا۔مشرکین جو کچھ کہتے ہیں ان نمازوں سے ان کی باتیں سب کی سب ڈھل جائیں گی،غم غلط ہو جائے گا۔،اس لیے نماز پڑھو۔(آیت ۱۳۱)[**مد عینیک**] اپنی دونوں آنکھوں کو حریصانہ نظر نہ بناؤ۔کچھ لوگوں کو ہم نے مال و دولت دے رکھی ہے تو اس سے تمہارے دل نہ چاہنے لگے کہ اے کاش میرے پاس بھی ہوتی۔[**منھم**] قریش کو جو دولت ملی ہوئی ہے۔[**ازواجاً منھم**] مشرکین مکہ [**زھرۃ الحیاۃ الدنیا**]مخصوص بالذم۔یہ دولت ان کے لیے آزمائش ہے۔ان کو آزمانے کے لیے دیا گیا ہے یہ دلیل بارگاہ الٰہی سے قربت کی نہیں ہے اس لیے کہ جو تیرے رب کی جانب سے انعام ملنے والا ہے وہ بہتر ہے۔[**زھرۃ الدنیا**]ما متعنا کی تفسیر ہے۔اور اصل میں دنیا کی حقارت اور بے ثباتی بیان کرنا مقصود ہے اور دنیا دائمی نہیں۔تو اس کی چیزیں بھی ہمیشہ رہنے والی نہیں ہیں۔**لا تنظر بعینیک حرصاً الی ما متعنا به ازواجاً منهم اعنی متاع الحیاۃ الدینا۔و متعناهم لنفتنهم** ۔وہ رزق اصل میں دولت ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔[رزق] ثبات علی الحق کی وجہ سے جو چیز ملنے والی ہے وہ دائمی ہے۔موجودہ حال یہ ہے کہ مؤمنین خستہ حال ہیں اور کافروں کے پاس دولت ہے اسی بنیاد پر مکذبین کہہ رہے ہیں کہ ہم محبوب ہیں اور تم مبغوض ہو۔اس لیے قلب پر اثر ہوتا ہے۔،اسی کی مناسبت سے کہا کہ ’’حریصانہ نظر سے نہ دیکھ‘‘۔[رزق] سے مراد یہ بھی ہوسکتا ہے **النصر فی الدنیا و النصر فی الآخرۃ** ۔یا رزق سے مراد ،رزق معنوی۔یعنی قرآن یا رزق آخرت۔تو مؤمنین کو اس پر نگاہ جمانا چاہیے،دنیا کی دولت پر رشک نہیں کرنا چاہیے بلکہ رشک کرنا اس آخرت کی نعمتوں پر اصل مقصود ہے۔

(آیت ۱۳۲) اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو،اور اس کے ذریعہ صبر حاصل کرو،تم اپنے سے روزی پیدا کرو یہ تمہارا کام نہیں،یہ کام ہمارے لیے ہے۔**لانی انا رازق**،اور خوش انجامی اہلِ تقوی کے لیے ہے۔البتہ ابتلا و آزمائش کا دور آئے گا۔(آیت ۱۳۳) یہ آیات اس لیے دی جا رہی ہیں تاکہ مشرکین کے مشتعل کرنے والے حربے ناکام ہو جائیں۔مشرکین مکہ یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ یہ مدعی نبوت ہمیں کیوں نہیں کوئی معجزہ لاتا پہلے کے جتنے انبیاء آتے رہے ہیں ان تمام نے معجزہ کا ظہور کیا تھا۔اس کا جواب مل رہا ہے کہ قرآ ن کے اندر جو بھی تعلیمات ہیں وہ واضح ہیں کیا یہ کسی معجزہ سے کم ہے۔یعنی یہ بھی ایک معجزہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔سب سے بڑا معجزہ تو یہ ہے کہ قرآن جو تمہارے سامنے ہے بالکل اسی حال کے مطابق ہے،اور بالکل وہی تعلیمات ہیں جو اس سے پہلے انبیاء پر آتی رہی ہیں۔یہی تعلیمات انجیل میں بھی ہیں،تورات میں بھی

ہیں۔اس سے بڑا معجزہ اور کیا ہوسکتا ہے،ہم کوئی حسی معجزہ نہیں بھیجیں گے۔

(آیت ۱۳۴) اللہ کی یہ سنت رہی ہے جب بھی منکرین نے معجزہ کا مطالبہ کیا ہے،اوراس کے وقوع کے بعداس کا انکار کیا اور معجزہ کا وقوع ہوگیا تو عذاب کا آنا لازمی ہوجائے گا۔اور معجزہ کے واقع ہونے سے یہ ماننے والے نہیں،اس لیے معجزہ کو واقع کر کے مکہ کو ہلاک نہیں کر سکتے۔اس لیے ان میں بھی صالح دل موجود ہیں۔جو ابھی نہیں تو کچھ عرصہ کے بعد ایمان لائیں گے۔چنانچہ امر واقعہ ایسا ہی ہوا۔ہم نے قرآن کو نازل کردیا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے بخوبی واقف ہے کہ اس امت میں کتنے خیر پسند ہیں اور کتنے شر پسند ہیں،اور اللہ تعالیٰ نے کہہ دیا کہ اس احمد نبیؐ کے سلسلے میں کوئی معجزہ نہیں ہوگا۔مؤمنین بھی معجزہ کے خواہش مند تھے اس لئے ان کو بھی ہدایت کی جارہی ہے۔اور یہ بات کہی جارہی ہے کہ اگر مکہ والوں کو بغیر رسول بھیجے ہلاک کردیتے تو یہ بول اٹھتے کہ یہ کیا ہوا،نہ تو ہمارے پاس رسول آیا اور نہ کوئی کلام الٰہی،لیکن ہم نے ایسا نہیں کیا۔بلکہ ہم نے ان کے پاس رسول بھیجا اور ان کو زندگی گزارنے کے لیے صحیح نسخہ اور صحیح راستہ بتایا۔اس کے باوجود یہ لوگ نہیں سن رہے ہیں۔اس لیے اب ہمارا کوئی قصور نہیں،ہم نے کتاب بھیج دی۔اس لیے اگر عذاب آئے گا تو ان کو کہنے کے لئے کچھ نہیں رہ جائے گا۔(آیت ۱۳۵) اگر وہ اس انتظار میں ہیں کہ ہم فلاح پائیں گے تو یہ دھوکہ ہے۔ایک طرف مؤمنین کہتے تھے ہم فلاح یاب ہوں گے،دوسری طرف مشرکین مکہ کہتے تھے کہ ہم فلاح پائیں گے۔تو اس پر کہا جارہا ہے کہ تم عنقریب جان جاؤ گے کہ کون صراط مستقیم پر ہے اور صحیح راستہ اختیار کرنے والے لوگ کون ہیں۔اجل مسمیٰ ختم ہونے دو،اور اہمال کی رسی ختم ہونے دو پتہ چل جائے گا کہ کون منصور اور کون مغلوب ہے۔اہلِ ایمان کامیاب ہوں گے اور کفر والے ناکام ہوں گے۔اس گروپ میں یہی مرکزی مضمون ہے اور اس سورہ کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ ہر پہلو سے مؤمنین کامیاب ہوں گے لیکن خاص طور سے دنیا میں کامیابی کا تذکرہ ہے۔

[نوٹ:اس مضمون کی دو قسطیں گزشتہ دو الگ شماروں (اول جنوری ۲۰۱۹ء اور دوم مئی ۲۰۱۹ء) میں شائع ہوچکی ہیں۔ ادارہ اس بے ترتیبی کے لیے معذرت خواہ ہے۔]

حیا کا مفہوم اور تقاضے

انعام اللہ فلاحی

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْاِيْمَانُ بِضْعٌ وَّ سَبْعُوْنَ اَوْ بِضْعٌ وَّ سِتُّوْنَ شُعْبَةً، فَاَفْضَلُهَا، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ، وَاَدْنَاهَا، اِمَاطَةُ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِيْقِ، وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِيْمَانِ. (متفق علیہ)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایمان کی ستر یا ساٹھ سے زیادہ شاخیں ہیں۔ ان میں سب سے افضل شاخ لا الہ الا اللہ اور کم تر شاخ راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا ہے اور حیا بھی ایمان کا حصہ ہے۔''

اَلبِضعُ وَالبِضعَةُ

۳ سے ۹ تک عدد کو کہتے ہیں۔

شُعبَةٌ

کسی چیز کے حصے کو کہتے ہیں۔

اَلْاِيْمَانُ

ایمان درحقیقت زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کا نام ہے۔اس کی تکمیل اعمال و کردار سے ہوتی ہے۔

اِمَاطَةُ الْاَذٰی

تکلیف دہ چیز کو ہٹالنا۔اس حدیث میں راستے میں پڑی ہوئی کوئی تکلیف دہ چیز ہٹانے کو ایمان کا جز بتایا گیا ہے۔

حَیَاء

حیا کے لغوی معنی وقار، سنجیدگی اور متانت کے ہیں۔ یہ بے شرمی اور بے حیائی کی ضد ہے۔

اصطلاحی طور پر اس کا مطلب ہے: ''نفس کا کسی کام کے کرنے میں انقباض اور تنگی محسوس کرنا اور ملامت اور سزا کے ڈر سے اسے نہ کرنا''(موسوعۃ الاخلاق)

امام راغب اصفہانیؒ نے اس کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

''حیا وہ وصف ہے، جس کی وجہ سے برا کام کرنے سے نفس میں تنگی محسوس ہوتی ہے۔''

علامہ ابن حجرؒ کے نزدیک: ''حیا وہ خلق ہے، جو انسان کو نیکی کرنے اور برائی نہ کرنے پر اُبھارتا ہے۔''

حیا کی دو قسمیں ہیں: (۱) فطری (۲) کسبی۔

ہر انسان فطری طور پر زیورِ حیا سے آراستہ ہوتا ہے۔ اس کے اندر خیر اور بھلائی کے کاموں سے محبت، عفت و پاکدامنی کے جذبات، سخاوت و فیاضی اور انسانی ہمدردی کی بنیادی صفات موجود ہوتی ہیں۔

کسبی حیا

حیا کی بنیادی صفت بچپن ہی سے ہر انسان کے اندر ہوتی ہے، اگر چہ کچھ تفاوت ہوتا ہے۔ بعض افراد کے اندر یہ صفت بہت اُبھری ہوئی ہوتی ہے، جب کہ بعض کے اندر کم زور ہوتی ہے۔ انسان کے اندر جو فطری حیا ہے، اسلام نہ صرف اس کو باقی رکھنے پر زور دیتا ہے بلکہ اس میں اضافے پر اُبھارتا ہے۔ وہ تعلیم و تربیت اور تزکیہ نفس کا ایک محکم نظام دیتا ہے جس کو اختیار کر کے فرد اور معاشرہ میں حیا کا چلن عام ہو سکتا ہے۔ بے حیائی اور فحاشی کے امور سے حفاظت ہو سکتی ہے۔ وہ عبادات کا ایک محکم نظام دیتا ہے، جس کے ذریعے حیا کو تقویت ملتی ہے۔ اسی طرح اسلام نظروں کو پست رکھنے اور عورتوں و مردوں کو اپنے ستر کے حصوں کو ڈھانکنے اور چھپانے کا حکم دیتا ہے۔ آزادانہ اختلاط مرد و زن پر پابندی عائد کرتا ہے، بے حیائی اور بے شرمی کے کاموں پر سزاؤں کا اعلان کرتا ہے۔ وہ ایسے قوانین دیتا ہے، جن سے بے حیائی اور بے شرمی کے کاموں کو پروان چڑھنے کا موقع نہ مل سکے اور سماج اور معاشرے میں خیر کے پروان چڑھنے کے لیے پوری طرح سے فضا ہموار ہو۔ قرآن مجید میں تمام انسانوں کو تقوی کا لباس اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے:

وَلِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِکَ خَیْرٌ (الاعراف:۲۶)

''اور تقویٰ کا لباس ہی بہتر لباس ہے۔''

تقویٰ کا لباس، اللہ کا تقویٰ اور اس کا خوف ہے جو شیطان کے وساوس اور اس کی چالوں سے آگاہ رہنے سے عبارت ہے۔ شیطان انسان کو اللہ کی نافرمانی اور بے حیائی کی دعوت دیتا ہے، اس لئے اسلام جہاں ظاہری لباس زیب تن کرنے کا حکم دیتا ہے وہیں ظاہر و باطن میں ہر جگہ اللہ کا خوف رکھنے اور تقویٰ کا لباس اختیار کرنے کا حکم بھی دیتا ہے۔ تقویٰ کے لباس کی تشریح یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو جب عزیز مصر کی بیوی نے برائی کی طرف دعوت دی تو انہوں نے کہا: 'معاذ اللہ' میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ یہ ہے لباس التقویٰ۔

جس طرح ظاہری لباس انسان کے لیے حفاظت اور ڈھال کا کام کرتا ہے، اسی طرح تقویٰ کا لباس بھی انسان کو ہلاکتوں اور گناہوں سے بچاتا ہے۔ اسلام نے جہاں ظاہری لباس سے ستر پوشی کا حکم دیا ہے وہیں تقویٰ کا لباس اختیار کرکے بے حیائی اور بے شرمی کے کاموں اور باتوں سے بچنے کی تلقین کی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے اندر خیر و شر، بھلائی اور برائی دونوں طرح کے جذبات رکھے ہیں۔ **فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا**۔ (الشمس: ۸) ''پھر اس پر اس کی بدی اور پرہیزگاری الہام کردی۔'' یعنی نیکی اور بدی دونوں کے رجحانات اور میلانات رکھ دیئے ہیں۔ جس شخص کے اندر جو جذبہ اور رنگ غالب آجاتا ہے، اس کا اثر اور رنگ اس کی شخصیت پر نمایاں طور پر دیکھا جاسکتا ہے۔

حیا بھلائی اور خیر کے جذبے کا اظہار ہے۔ یہ ایک ایسی صفت ہے جس سے متصف ہونے پر انسان کا میلان خیر اور معروف کے کاموں کی طرف ہوتا ہے۔ اور برے کاموں و منکرات سے اسے نفرت ہوجاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: الحَیَاءُ لَایَأتِیْ اِلَّا بِخَیْرٍ۔ حیا سے خیر کی ہی اُمید ہوتی ہے۔ (متفق علیہ) دوسری حدیث کے الفاظ میں اَلْحَیَاءُ خَیْرٌ کُلُّہٗ۔ حیا پوری کی پوری بھلائی اور خیر ہے۔ (مسلم)

حدیث میں ایمان کے ستر سے زیادہ شعبوں کا بیان ہے لیکن رسول اللہ نے ان شعبوں کی تفصیل میں اعلیٰ اور ادنی کو چھوڑ کر صرف 'حیا' کا ذکر کیا ہے۔ فرمایا کہ حیاء ایمان کا حصہ ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حیا انسان کو ان ستر سے زائد شعبوں کی طرف لے جائے گی۔ حیا ان تمام شعبوں کی محرک اور اصل ہے جس سے ان سب کے لئے قوت اور تقویت ملتی ہے۔ فرمایا:

اَلْحَیَاءُ مِنَ الْاِیْمَانِ وَالْاِیْمَانُ فِی الْجَنَّۃِ، وَالبَذَاءُ مِنَ الْجَفَاءِ وَالْجَفَاءُ فِی النَّارِ.

حیا ایمان ہے، ایمان کا جز ہے اور ایمان جنت کی طرف سے جاتا ہے۔ بے حیائی جفا ہے اور

جفا جہنم کا موجب ہے۔(مسند احمد)

اللہ تعالیٰ کے بے پایاں احسانات اور اس کی نعمتوں سے فائدہ اٹھا کر انسان کے اندر شکر کا جذبہ پروان چڑھتا ہے پھران نعمتوں کے چھن جانے کا خوف ہوتا ہے تو اللہ کی پکڑ کا ڈر پیدا ہوتا ہے۔شکر گزاری کا جذبہ اور نعمتوں کے چھن جانے کا خوف، اللہ کی معرفت اور بندگی کا محرک ثابت ہوتے ہیں۔ بندہ خود کو اللہ کی بندگی اور اس کی غلامی میں دے دیتا ہے۔

چنانچہ ایمان خیر و بھلائی، اطاعت و فرماں برداری اور خدا کا ہوکر رہنے کا اعلان و اعتراف ہے۔ اللہ کے ان انعامات اور احسانات کو دیکھ کر اس کی نعمتوں سے مستفید ہو کر، اللہ کی نافرمانی اور ناشکری کی روش اختیار کرتے ہوئے حیا اور شرم دامن گیر ہوتی ہے۔جس خدا نے اتنے کرم کیے، اتنے احسانات کیے، اُس کی نافرمانی کرتے ہوئے انسان کا دل بیٹھتا ہے اور حیا کی وجہ سے وہ ہر طرح کی بے شرمی کی باتوں اور کاموں سے باز رہتا ہے۔

حیا خیر اور بھلائی کے کاموں کا داعی اور شر و منکرات سے نفرت کا ذریعہ ہے۔جس طرح ایمان ہر طرح کے خیر و بھلائی کا داعی اور برائیوں سے نفرت کا ذریعہ ہے۔ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ الْحَیَاءَ وَالْاِیْمَانَ قُرَنَآءَ جَمِیْعًا فَاِذَا رَفَعَ اَحَدُھُمَا رَفَعَ الْاٰمَرُ.

(بیہقی حاکم عن ابن عمر)

’’حیا اور ایمان ایک ساتھ رہتے ہیں جب دونوں میں سے کوئی اُٹھ جاتا ہے تو دوسرا بھی چل دیتا ہے۔‘‘

حیا ایمان کا جز ہے۔ ایمان انسانی زندگی کا چراغ ہے اور حیا اس کی روشنی ہے۔جس طرح چراغ اور روشنی لازم وملزوم ہیں اسی طرح حیا اور ایمان کا باہم رشتہ ہے۔اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات میں حیا کا اعلیٰ مقام رہا ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

اِنَّ مِمَّا اَدْرَکَ النَّاسُ مِنْ کَلَامِ النُّبُوَۃِ الاوُلٰی :’’اِذَا لَمْ تَسْتَحْیِیْ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ.‘‘ (بخاری،عن ابن مسعود)

انبیائے سابقین کے کلام میں جو باتیں ملی ہیں ان میں سے یہ مقولہ بھی ہے کہ ’’اگر حیا ختم

ہو جائے تو جو چاہو سو کرو۔‘‘

حیا انسان کو بے حیائی کے کاموں، نازیبا اور خلاف ادب باتوں اور حرکتوں سے روکتی ہے، اس لئے کہا گیا ہے کہ جب حیا اور شرم نہیں تو انسان جو چاہے کرے۔ اس کو روکنے والی کوئی چیز باقی نہیں رہتی ہے۔

عربی کا شاعر کہتا ہے ۔

وَرُبَّ قبیح ما حال بینی

و بَیْنَ رُکوبھا إلا الحیاء

’’بہت ساری برائیوں کے ارتکاب سے روکنے والی چیز حیا ہوتی ہے‘‘

اگر انسان کے اندر حیا کی صفت ختم ہو جائے تو پھر وہ جس طرح چاہے زندگی گزارے۔ نہ تو اسے خدا کے عذاب کی پرواہ ہوتی ہے اور نہ سماج اور معاشرے کی ملامت کی فکر۔

إذا لَمْ تخشیٰ عَاقبةَ اللیالی

وَلَمْ تستحیی فَاصْنَعْ ما تشاء

’’جب تم برے کام کے انجام بد سے بے خبر ہو اور حیا سے عاری ہو تو جو چاہو کرو‘‘

فلا واللہ ما فی العیش خیر

ولا الدنیا إذا ذھب الحیاء

’’اگر حیا ختم ہو جائے تو بخدا نہ زندگی میں کوئی خیر ہے اور نہ دنیا میں کوئی بھلائی‘‘

یعیش المرو ما استحیا بخیر

و یبقی العود مابقی اللِّحَاء

’’حیا کے بغیر انسان کی زندگی ایسی ہے جیسے چھلکے کے بغیر لکڑی۔ (یعنی انسان بالکل ننگا اور بے پردہ ہو کر رہ جاتا ہے۔)

جس شخص کے اندر حیا کی صفت بڑھی ہوئی ہو تو اس کو کم کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ’’حیا سراپا خیر ہے‘‘۔ (الحیاء خیر کلہ) آپ ﷺ نے حیا پر ملامت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک شخص کے پاس سے گزرے وہ ایک دوسرے شخص کو حیا کے

سلسلے میں ملامت کر رہا تھا اور اس سے کہہ رہا تھا کہ تم اس قدر حیا کرتے ہو، اس سے تم کو نقصان پہنچے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسے چھوڑ دو، اس لیے کہ حیا ایمان کا جز ہے''۔ (بخاری۔ عن ابن عمرؓ)

حیا ایمان کا حصہ ہے۔ ایمان میں انسان اپنی پوری زندگی اللہ تعالیٰ کے حوالے کرنے کا عہد کرتا ہے۔ حیا معصیت اور نافرمانی سے بچنے کا رنگ ہے۔ ''لکل دین خلق و خلق الاسلام الحیاء''۔ اس حدیث کا یہ مطلب ہے کہ ہر دین کا ایک رنگ ہوتا ہے، اس کا مزاج ہوتا ہے۔ وہی اس کے ظاہر و باطن پر چھایا ہوتا ہے۔ دین اسلام کا وہ رنگ ''حیا'' ہے۔ اگر حیا نہیں ہے پھر دین اسلام بے رنگ ہے۔ وھب بن منبہ کا قول ہے:

الایمان عریان ولباسه التقویٰ وزینته الحیاء.

''ایمان بے پردہ ہوتا ہے اس کا لباس تقویٰ ہے اور اس کی زینت حیا ہے''۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا ایمان جو تقویٰ اور حیا سے خالی ہو وہ بے جان اور بے وزن ہے۔

حیا کی مختلف حالتیں ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ سے حیا

(۲) انسانوں سے حیا

(۳) فرشتوں سے حیا

(۴) نفس سے حیا۔

اللہ سے حیا

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلَمۡ یَعۡلَمۡ بِاَنَّ اللّٰہَ یَرٰی. (العلق:۱۴)

''کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے''۔

اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیۡکُمۡ رَقِیۡبًا. (النساء:۱)

''یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ تم پر نگرانی کر رہا ہے''۔

بندے کا گناہوں کی پروا نہ کرنا، شریعت کے احکام کی خلاف ورزی کرنا، اس بات کا اشارہ ہے کہ اس کا

دل اللہ تعالیٰ کی عظمت وہیبت سے خالی ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ کی نگرانی کا کچھ بھی پاس ولحاظ نہیں ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ سے حیا کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے حکموں کی پابندی کرے اور اس نے جن امور سے منع کیا ہے ان سے اجتناب کرے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ''اللہ تعالیٰ سے حیا کرو جس طرح اس سے حیا کرنے کا حق ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جواب دیا: الحمدللہ ہم اللہ تعالیٰ سے حیا کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: اس کا یہ مطلب نہیں ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ سے پوری طرح حیا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے سر اور جو کچھ اس میں ہے اس کی حفاظت کرے اور پیٹ اور جو کچھ اس سے متعلق ہے، اس کی حفاظت کرے، موت اور دنیا کے فنا ہو جانے کو ہر وقت یاد رکھے اور جو شخص آخرت کی کامیابی چاہتا ہے وہ دنیا کی زینتوں سے محبت کو چھوڑ دے۔ جس شخص نے ان امور کو انجام دیا اس نے اللہ تعالیٰ سے حیا کرنے کا حق ادا کیا''۔ (ترمذی، عن ابن مسعودؓ)

اس حدیث میں پہلی بات یہ کہی گئی ہے کہ سر اور اس میں جو کچھ ہے اس کی حفاظت اور نگرانی کی جائے۔ یعنی عقل، زبان، کان، آنکھ اور ان کے ذریعے انجام دیے جانے والے اعمال کی نگرانی کی جائے۔ عقل سے انسان وہی سوچے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہو۔ آنکھوں سے وہی چیزیں دیکھے جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے والی ہوں۔ کانوں سے انہیں باتوں کو سنے جن میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی ہو۔ زبان سے وہی بات کرے جو اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق ہو۔ کیونکہ ان سب کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے یہاں سوال ہوگا ان کے ذریعے انجام دی جانے والی تمام سرگرمیوں کی جوابدہی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''یقیناً آنکھ کان، اور دل سب ہی کی بازپرس ہوگی''۔ (الاسراء۔۳۶)

''ان تحفظ الراس وماوعی'' اس تعبیر میں ''سر'' کو ایک برتن اور ظرف سے تشبیہ دی گئی ہے، جس میں ناپسندیدہ اخلاقی رذائل ہیں اور اس سے بچنے اور اپنی حفاظت اور نگرانی کا حکم دیا گیا ہے۔ کہا جا رہا ہے کہ زبان آنکھ اور کان یعنی تمام ظاہری حواس کو کنٹرول میں رکھو۔ اس لیے ان کی حفاظت اور نگرانی میں ہی زندگی ہے۔ عربی شاعر کہتا ہے ۔

لسان الفتی نصف و نصف فواده

فلم یبق إلا صورة اللحم والدم

''انسان کے وجود میں نصف زبان ہے اور نصف دل ودماغ۔ اس کے بعد تو گوشت اور خون

کا وجود ہی باقی رہتا ہے''۔

حدیث کا دوسرا ٹکرا ہے: **ولیحفظ البطن وماحوی**:''پیٹ اور جو کچھ اس سے متعلق ہے اس کی نگرانی کرے''۔یعنی پیٹ کو حرام کھانے اور پینے، ناجائز اور حرام مال کے استعمال سے محفوظ رکھے، کیونکہ وہ جسم جس کی پرورش حرام مال سے ہوئی ہو، حرام کھانے پینے سے ہوئی ہو، اللہ تعالیٰ اس کی عبادت کو قبول نہیں فرماتا ہے۔

اسی طرح اپنی شرم گاہ کو فحش اور برے کاموں سے محفوظ رکھے، عریانیت اور بے حیائی سے اس کی حفاظت کرے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ. اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ. فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَاءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ

(المؤمنون:۵۔۷)

''اور جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، سوائے اپنی بیویوں کے اور ان عورتوں کے جو ان کے ملک یمین میں ہوں کہ ان پر محفوظ نہ رکھنے میں وہ قابل ملامت نہیں ہیں۔ البتہ جو اس کے علاوہ ہیں، وہی زیادتی کرنے والے ہیں''۔

حدیث میں موت اور دنیا سے فنا ہوجانے کو یاد رکھنے کو کہا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ''لذتوں کو ختم کردینے والی یعنی موت کو کثرت سے یاد کرو''۔ (ترمذی) مومن موت کو نظروں کے سامنے رکھتا ہے۔ اس کا یہ احساس ہوتا ہے کہ اس دنیا میں ہمارا وجود عارضی اور چند روزہ ہے، اس لیے یہاں کی نعمتیں آسائش، آسانیاں، رنگینیاں اور رعنائیاں محض چند روزہ ہیں۔ یہاں کی کلفتیں، الجھنیں، تکالیف اور مسائل سب عارضی ہیں۔ ابدی اور دائمی زندگی صرف آخرت کی ہے۔ حقیقی ناکامی اور کامیابی وہاں کی کامیابی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ. (آل عمران:۱۸۵)

''کامیاب دراصل وہ ہے جو وہاں آتش دوزخ سے بچ جائے اور جنت میں داخل کردیا جائے''۔

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى. فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى

(النازعات:۴۰)

''اور جس نے اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف کیا اور نفس کو بری خواہشات سے پاک رکھا جنت اس کا ٹھکانا ہوگی''۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے حیا کا حقیقی مفہوم یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی کرے، منکرات وفواحش سے اجتناب کرے۔ اپنے آپ کو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں محسوس کرے، یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اور اس کے ہر عمل کو دیکھ رہا ہے، چاہے وہ کھلے میں ہو یا چھپے میں، گھر کی چہار دیواری کے اندر ہو یا میدان میں، تنہائی میں ہو یا سماج میں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ. وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْد (ق:۱۶)

''ہم نے انسان کو پیدا کیا اور اس کے دل میں ابھرے ہوئے وسوسوں تک کو ہم جانتے ہیں۔ ہم اس کے رگِ گردن سے بھی زیادہ قریب ہیں''۔

انسانوں سے حیا

انسانوں سے حیا کا تعلق ان امور سے ہے، جنہیں مکارم اخلاق کہا جاتا ہے۔ اس میں ہر وہ کام شامل ہے جس کا تعلق اچھے کام، اچھی بات اور عفت و پاکیزگی سے ہو۔ اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں:

(۱) ایک یہ کہ برائیوں سے انسان صرف اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے بچے۔ اسے صرف اسی کی پکڑ کا خوف ہو، ساتھ ہی اسے لوگوں کی ملامت کا بھی ڈر ہو۔ یہ حیا کی کامل شکل ہے۔ کیوں کہ وہ اصلاً اپنے خالق و مالک کی رضا کا طالب ہوتا ہے اور اس کے عتاب وعقاب سے خائف رہتا ہے۔ ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کے بندوں کی ملامت سے بھی ڈرتا ہے جس کی وجہ سے برے کاموں کے ارتکاب سے باز رہتا ہے۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ انسان بے شرمی اور بے حیائی کی باتوں اور کاموں سے محض لوگوں کے ڈر سے باز رہے۔ یہ شخص جب لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہوتا ہے، تو ان کے ارتکاب میں اسے کوئی باک نہیں ہوتا۔

یہ بھی حیا ہے لیکن اس میں نقص اور کمی ہے اور اس کی اصلاح کی ضرورت ہے۔ ایسے لوگوں کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی عظمت اور اس کے جلال، اس کے عقاب اور پکڑ کی یاد دہانی کی ضرورت ہے۔ خالق حقیقی کے احسانات

اور کرم فرمائیوں کو یاد دلانے کی ضرورت ہے۔ یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی زمین میں ہر چیز سے واقف ہے۔ بندوں کے سارے احوال سے برابر آگاہ رہتا ہے۔ توقع کی جاتی ہے کہ اصلاح وتذکیر کے نتیجے میں اس کی کمی دور ہوجائے۔

ایسے لوگوں کو سوچنا چاہیے کہ وہ انسانوں سے تو حیا کرتے ہیں، جو نہ دنیا میں نفع ونقصان کے مالک ہیں نہ آخرت میں اور اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے جو دنیا وآخرت کے نفع ونقصان کا حقیقی مالک ہے۔ یہ کس قدر ناسمجھی کی علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات تو وہ ہے جس سے انسانوں کا کوئی لمحہ اور ادنیٰ کام بھی پوشیدہ نہیں رہ سکتا، حقیقی انعامات واکرامات اسی کے ہیں اس لیے حیا بھی اسی سے کرنی چاہیے۔

رہے وہ لوگ جن کو نہ اللہ تعالیٰ سے حیا ہے نہ بندوں سے، یہ وہ لوگ ہیں، جو ایسی بے حیائی اور بے شرمی کا ارتکاب کرتے ہیں جس کا دائرہ صرف ان کی ذات تک نہیں محدود رہتا ہے بلکہ پورے سماج اور معاشرے کو متاثر کرتا ہے۔ کھلے عام بے حیائی کے کام کرنے والوں کی برائی پورے سماج اور معاشرے کے لیے مہلک خطرہ ہے۔ عفت و پاکدامنی، شرافت وفضیلت کے کاموں کے لیے کھلا ہوا چیلنج ہے۔ آج کے سماج میں اس طرح کی بے حیائی عام ہوتی جارہی ہے۔ اب عام راستے اور شاہراہیں بھی اس سے محفوظ نہیں ہیں۔ معاشرے میں مختصر اور عریاں لباس اور میڈیا کی طرف سے آزادی اور فیشن کے نام سے بے حیائی کو جس طرح بڑھاوا دیا جارہا ہے، اس سے شرم وحیا کا جنازہ نکلتا جارہا ہے۔ اس کو برا ماننے والوں کو پچھڑا ہوا اور بنیاد پرست سمجھا جارہا ہے۔

فرشتوں سے حیا

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرشتوں کو ہمارے اعمال کی نگرانی کے لیے لگا رکھا ہے۔ کچھ فرشتے اطاعت وفرماں برداری کرنے والوں کیساتھ ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر علم کی طلب میں نکلنے والوں کے ساتھ فرشتے رہتے ہیں۔ حدیث میں ہے:

''فرشتے طالب علم کی خوشی کے لئے اپنے پر بچھاتے ہیں''۔ (ابوداؤد)

اسی طرح ذکر کی مجلسوں میں فرشتے موجود ہوتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے گلیوں اور راستوں میں چکر لگاتے رہتے ہیں اس غرض سے کہ کہاں کون لوگ اللہ تعالیٰ کو یاد کر رہے ہیں جب وہ کچھ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول پاتے

ہیں تو ایک دوسرے کو پکارتے ہیں کہ یہاں آؤ، یہاں وہ لوگ ہیں، جن کو تم تلاش کرتے تھے، تو ایسے لوگوں کا آسمان تک اپنے پروں سے احاطہ کر لیتے ہیں''۔

(بخاری۔ عن ابی ہریرہؓ)

مریض کی عیادت کرنے والوں کے ساتھ بھی فرشتے ہوتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ ایک حدیث میں فرمایا:

''جو بھی مسلمان صبح میں کسی مسلمان کی عیادت کرتا ہے، ستر ہزار فرشتے غروب آفتاب تک اس کی مغفرت کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں اور جو مسلمان شام کو کسی مسلمان کی عیادت کرتا ہے ستر ہزار فرشتے صبح تک اس کی بخشش کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں۔ (ترمذی۔ عن علیؓ)

اسی طرح کچھ فرشتے ایسے ہوتے ہیں جو ہر وقت ہمارے ساتھ ہوتے ہیں۔ جو ہمارے اعمال کا ریکارڈ تیار کر رہے ہوتے ہیں، قرآن کریم میں ہے:

وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ. كِرَامًا كَاتِبِيْنَ. يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ.

(سورہ الانفطار: ۱۰۔۱۲)

''یقیناً تم پر نگراں مقرر ہیں ایسے معزز کاتب جو تمہارے ہر کام کو جانتے ہیں''۔

اس لیے ہمیں ان تمام فرشتوں سے حیا کرتے ہوئے گناہ اور بے حیائی کے کاموں سے اجتناب کرنا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''بے پردہ ہونے سے بچو! یقیناً تمہارے ساتھ فرشتے ہوتے ہیں جو تم سے صرف اس وقت الگ ہوتے ہیں جب تم قضائے حاجت کے لئے جاتے ہو اور جب تم اپنی بیوی کے پاس جاتے ہو۔ اس لئے ان فرشتوں سے حیا کرو اور ان کی عزت کرو''۔

نفس سے حیا

نفس سے حیا عفت و پاکدامنی سے عبارت ہے۔ انسان خلوت و تنہائی میں بھی اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی سے بچے اس لئے کہ خلوت میں انسان کا نفس اس پر غالب ہونا چاہتا ہے۔ شیطان انسان کو ورغلا کر اسے نافرمانی کی راہ پر ڈالنا چاہتا ہے۔ طرح طرح کے وساوس اس کے ذہن و خیال میں ڈالتا ہے۔ ایسی صورت حال میں ''نفس سے حیا'' انسان کے لیے پاسبان اور محافظ ہوتا ہے۔

انسان کو اپنی کمزوریوں کا اعتراف بھی ہونا چاہیے۔انسان جہاں نفس مطمئنہ سے بہرہ ور ہوتا ہے وہیں نفس کی شرارتوں سے بھی ہروقت خطرے سے دوچار رہتا ہے۔حضرت یوسف علیہ السلام نے جس کا اعتراف کیا ہے:

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِی. اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (یوسف:۳۵)

''میں کچھ اپنے نفس کی برات (پاکی) نہیں کر رہا ہوں، نفس تو بدی پر اکساتا ہی ہے الا یہ کہ کسی پر میرے رب کی رحمت ہو، بے شک میرا رب غفور ورحیم ہے''۔

یہی اعتراف انسان کو نفس کے ہر وار سے چوکنا اور ہوشیار رکھتا ہے۔اور یہی نفس سے حیا کا مقصود ومطلوب ہے۔اس طرح نفس سے حیا یہ ہے کہ انسان خلوتوں اور تنہائیوں رات کے اندھیروں اور لوگوں کی نظروں سے چھپ کر بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچتا رہے۔

ہمیں اس بات کی کوشش کرنی چاہیے کہ ہر لمحہ اپنے نفس سے مجاہدہ کرتے رہیں کہ خلوت وجلوت، ظاہر وباطن، کسی جگہ بھی وہ حرام کے بارے میں آمادہ نہ ہو۔اس بات کی کوشش کرنی چاہیے کہ ہمارا نفس، نفس مطمئنہ ہو۔

اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں نفس کی شرارتوں اور شیطان کی چالوں سے محفوظ رکھے۔ہماری غلطیوں پر پردہ ڈال دے اور لغزشوں سے درگزر فرمائے۔آمین!

وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَاناً اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِندَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَا اَوْ کِلاَھُمَا فَلاَ تَقُل لَّھُمَا اُفٍّ وَلاَ تَنْھَرْھُمَا وَقُل لَّھُمَا قَوْلاً کَرِیْماً۔ (بنی اسرائیل:۲۳)

''اور تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ صرف اسی کی عبادت کرو اور اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو۔دونوں یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پہنچے اور وہ تمھارے پاس رہیں تو تم اف بھی نہ کرو، نہ ان کو جھڑکو اور ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو اور نرمی اور خوش دلی کے ساتھ ان کے سامنے جھک کر رہو۔

قرآنیاتِ حمید الدین فراہی [آخری قسط]

(ڈاکٹر عبید اللہ فہد کی تحریروں کا مطالعہ)

مولانا انیس احمد فلاحی مدنی

ترکِ موالات کی تاکید

قرآن کریم میں دشمنانِ دین سے قطع تعلق کے واضح احکام موجود ہیں۔ سورۂ الممتحنہ میں مشرکین مکہ سے موالات ختم کرنے کا باقاعدہ حکم اُن مسلمانوں کو دیا گیا جو دین کی خاطر ہجرت کر چکے تھے، مگر اہل مکہ سے رشتہ و برادری کے جو تعلقات تھے اُس کی زنجیریں ابھی انھوں نے نہیں توڑی تھیں اس وجہ سے آزمائش کے مواقع پر اُن سے ایسی کمزوریاں صادر ہو جاتیں جو ایمان و اسلام کے منافی ہوتیں۔ مولانا امین احسن اصلاحیؒ کے الفاظ میں، گویا نفاق کی بیخ کنی یا تطہیر مومنین جو تمام مسبحات کا مشترک مضمون ہے وہی مضمون اس سورہ کا بھی ہے۔ بس فرق صرف یہ ہے کہ اس سورہ میں روئے سخن اُن مسلمانوں کی طرف ہے جنھوں نے ہجرت تو کی لیکن ہجرت کی اصل ابراہیمی حقیقت ابھی اُن پر اچھی طرح واضح نہیں ہوئی تھی۔(۱) اس سورہ میں بھی عود علی البدء کا اسلوب کارفرما ہے۔

سورہ الممتحنہ کی پہلی ہی آیت میں دشمنوں سے ترک موالات کا یہ حکم دیا گیا ہے۔ فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُم مِّنَ الْحَقِّ يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ أَن تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ رَبِّكُمْ إِن كُنتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَاداً فِي سَبِيلِي وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِي (الممتحنہ:۱)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اگر تم میری راہ میں جہاد کرنے کے لیے اور میری رضا جوئی کی خاطر (وطن چھوڑ کر گھروں) سے نکلے ہو تو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔ تم ان کے ساتھ دوستی کی طرح ڈالتے ہو، حالانکہ جو حق تمہارے پاس آیا ہے اس کو ماننے سے وہ انکار کر چکے ہیں اور ان کی رَوش یہ ہے کہ رسول کو اور خود تم کو صرف اس قصور پر جلا وطن کرتے ہیں کہ تم اپنے رب، اللہ پر ایمان لائے ہو۔''

آخر میں اسی مضمون پر سورہ کا اختتام کیا گیا ہے۔ فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْماً غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوا مِنَ الْآخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ أَصْحَابِ الْقُبُورِ (الممتحنۃ:۱۳)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، ان لوگوں کو دوست نہ بناؤ جن پر اللہ نے غضب فرمایا ہے، جو آخرت سے اُسی طرح مایوس ہیں جس طرح قبروں میں پڑے ہوئے کافر مایوس ہیں۔''

گویا اس سورہ کا مرکزی مضمون دشمنوں سے ترک موالات ہے۔

ڈاکٹر فہد لکھتے ہیں کہ عود علی البدء کا یہ ادبی اسلوب قرآن میں بکثرت استعمال ہوا ہے تا کہ ایک مخصوص تصور کی مرکزیت کو ذہن نشین کرایا جا سکے۔(۲)

ڈاکٹر فہد قرآن کے ادبی اسالیب پر گفتگو کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ تمام اسالیب کلام جاہلیت میں مستعمل ہیں مگر قرآن کا ادب نرالا اور انوکھا ہے۔قرآن کریم کے اس چیلنج کی گہرائی و گیرائی کا کچھ اندازہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ ان ادبی اسالیب سے واقفیت ہو۔قرآن کا تحدّی ہمیشہ کے لیے ہے۔ یہ قیامت تک ناقابل مزاحمت ہی رہے گا:

قُل لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَى أَن يَأْتُواْ بِمِثْلِ هَـذَا الْقُرْآنِ لاَ يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيراً (بنی اسرائیل:۸۸)

''کہہ دو کہ اگر انسان اور جن سب کے سب مل کر اس قرآن جیسی کوئی چیز لانے کی کوشش کریں تو نہ لا سکیں گے، چاہے وہ سب ایک دوسرے کے مددگار ہی کیوں نہ ہوں۔''

صُلب العلم یا ملح العلم

ڈاکٹر عبید اللہ فہد فلاحی گرچہ مکتب فراہی کے خوشہ چیں ہیں لیکن جماعتی و گروہی تعصب سے بالاتر ہیں۔ آپ نے جہاں فکر فراہی کے خصائص و امتیازات پر روشنی ڈالی ہے وہیں اس کے نقائص بھی بیان کیے ہیں۔ ڈاکٹر فہد فلاحی لکھتے ہیں:

نظام قرآنی کو فہم قرآن کی کلید قرار دینا، عقائد و اعمال کی صحیح تفہیم کو اس پر منحصر سمجھنا اور امت کی وحدت کو پوری طرح اس سے مربوط کرنا راقم کے خیال میں مبالغہ آرائی سے خالی نہیں۔ یہ بات اس حد تک درست معلوم ہوتی ہے کہ علم نظام سے تدبر کی نئی راہیں کھلتی ہیں اور دین کے اسرار و حکم اور علمی لطائف و دقائق کی ایک نئی دنیا آباد ہوتی نظر آتی ہے مگر فہم قرآن کو اس پر

موقوف ومنحصر قرار نہیں دیا جاسکتا۔ امت کے مختلف الخیال علماء اور مفسرین نے قرآن پاک کی تفسیر کی خدمت انجام دی ہے اور وہ ساری تفاسیر عطیاتِ علوم قرآنی کے گراں قدر سرمایہ کی حیثیت رکھتی ہیں اور یکساں استفادہ وتکریم کی مستحق ہیں۔ اُن سے بے اعتنائی کسی درجہ بھی قابل قبول نہیں۔ قرآن کریم پر تفکر وتدبر کے جتنے طریقے اختیار کیے گئے وہ سب محمود ومطلوب ہیں۔ یہ قاریٔ قرآن کی اپنی پسند اور ترجیحات پر منحصر ہے کہ وہ کسی طریقہ، منہج، مکتب یا اسکول کو ہدایت کے حصول کے لیے اختیار کرے۔ نیت اگر خالص ہے اور ارادہ سچا ہے تو اُسے قرآن سے رہنمائی حاصل ہوگی اور یہی مطلوب ہے۔ (۳)

ایک دوسری کتاب میں ڈاکٹر عبید اللہ فہد فلاحی قرآن کریم میں نظم اور ربط ومناسبت کی موجودگی کی حمایت کرتے ہیں اور ربط آیات کی تاریخ بیان کرتے ہوئے اُن علمائے قرآن کے اشکالات کو رفع کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو قرآن مجید میں کسی ربط ومناسبت کی موجودگی کا انکار کرتے ہیں۔ آخر میں اُن کے اشکال کے ایک پہلو کو تسلیم کرتے ہوئے علمی دیانت کا مظاہرہ کرتے ہیں:

البتہ اس اشکال کا یہ پہلو قابل غور ہے کہ ربط ومناسبت کا یہ علم لطائف کے قسم کی ایک چیز ہے جس سے اعجاز قرآن کے گوناگوں پہلو واضح ہوتے ہیں اور قرآن کے معانی ومفاہیم کی حکمت مزید واضح ہوتی ہے یا اس علم کی حیثیت قرآن کی کلید کی ہے جس کے بغیر قرآن کے علوم اور اُس کی روح تک رسائی نہیں ہوسکتی۔ دوسرے لفظوں میں اس علم کی حیثیت اور ربط ومناسبت کا مقام ومرتبہ صلب العلم کا ہے یا ملح العلم کا (۴) نظم اور مناسبت کو فہم قرآن کے لیے کلید ماننے کا لازمی نتیجہ ہوگا کہ عام مسلمان ہدایت ربانی سے محروم ہوجائے کیوں کہ ربط ومناسبت تک رسائی ہر شخص کے بس کی بات نہیں، اس کے لیے وسیع علم، عمیق تدبر اور مسلسل ریاضت ومجاہدہ درکار ہے۔ (۵)

ڈاکٹر عبید اللہ فہد فلاحی کا یہ تنقیدی محاکمہ بلاشبہ درست ہے۔ قرآن مجید کے بے مثل اور لازوال ادب کی تفسیر کسی مخصوص منہج یا مکتب میں محصور ومقید نہیں کی جاسکتی کیوں کہ **القرآن بحر لاتنقضی عجائبه** اس کی آیات، جو تا قیامت پیش آنے والے جملہ امور ومسائل اور مشکلات وتحدیات کے لیے شاہ کلید ہیں۔ انھیں ربط ونظم کی محدود دنیا میں محصور نہیں کیا جاسکتا۔ اور انھیں **القرآن لایحتمل الا تاویلاً واحداً** کے نظریہ میں مقید کرنا کسی طرح قابل فہم نہیں ہے۔

احادیث صحیحہ کا انکار

ڈاکٹر فہد فلاحی نے اپنی تحریروں میں فکر فراہی کی ترجمانی کرنے والی تفسیر تدبر قرآن کا بھی ناقدانہ مطالعہ پیش کیا ہے۔ مولانا فراہی نے اپنی زندگی میں سورۂ فاتحہ سمیت آخری پاروں کی چودہ منتخب سورتوں کی تفسیر عربی زبان میں لکھی جو نظام القرآن وتاویل الفرقان بالفرقان کے نام سے طبع ہوئی۔ اس کا اردو ترجمہ مولانا امین احسن اصلاحی کے قلم سے پہلے مجموعہ تفاسیر فراہی کے نام سے اور بعد میں تفسیر نظام القرآن کے عنوان سے طبع ہوا۔ مولانا اصلاحی نے اپنے استاد کے تفسیری منہج کو اختیار کرتے ہوئے نو جلدوں پر مشتمل تفسیر ''تدبر قرآن'' ۱۹۸۰ء میں مکمل کی، جو فکر فراہی کی مکمل نمائندگی کرتی ہے۔ مولانا اصلاحی نے اپنے استاد پر متعدد اضافے بھی کیے ہیں اور بعض مقامات پر اُن سے اختلاف بھی۔ مگر بحیثیت مجموعی یہ تفسیر اپنے استاد مفسر مولانا فراہی کے خیالات ہی کی ترجمانی کرتی ہے۔ تفسیر تدبر قرآن کا جائزہ ڈاکٹر عبید اللہ فہد فلاحی کے الفاظ میں فکر فراہی کا جائزہ ہے۔ (۶)

ڈاکٹر فہد فلاحی نے ''تدبر قرآن کے امتیازات'' پر روشنی ڈالنے کے ساتھ اس کے بعض پہلوؤں پر علمی تنقید بھی کی ہے۔ ''تدبر قرآن'' میں مشکلات قرآن کو حل کرنے کے لیے براہ راست غور وفکر کا طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔ اس تفسیر کا اصل ماخذ قرآن کی زبان، اُس کی آیات کا نظام، اُس کے اپنے اندرونی شواہد ونظائر ہیں۔ دلائل کی روشنی میں کسی ایک تاویل کو اختیار کرنا اور دوسری تاویلات کی تردید کرنا اُس کا امتیاز ہے۔ پروفیسر خورشید احمد کے الفاظ میں تفسیر تدبر قرآن میں Contextualization بھی ہے اور De-contextualization بھی اور دونوں میں ہم آہنگی ہے اور تواتر وتسلسل بھی (۷) قرآن کی تفسیر خود قرآن کی روشنی میں اس کی انفرادیت ہے۔ اس تفسیر نے قرآن مجید کے اندرونی ذرائع سے بھرپور استفادہ کر کے اپنی راہ متعین کی ہے۔ (۸)

ڈاکٹر فہد فلاحی کی یہ پختہ رائے ہے کہ اپنی تمام تر خصوصیات کے باوجود تدبر قرآن انسانی نقائص اور بشری لغزشوں سے محفوظ نہیں ہے۔ بہت سے مقامات پر مولانا اصلاحی نے جمہور علماء سے اختلاف کر کے اپنی الگ رائے قائم کی ہے اور اس سلسلے میں صحیح احادیث کو بھی قبول نہیں کیا ہے۔ مثال کے طور پر مولانا اصلاحی شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت جو زنا کا ارتکاب کریں اس کے لیے رجم کی سزا کے قائل نہیں۔ وہ اس سیاق کی صحیح احادیث سے استدلال کے بجائے سورۂ مائدہ آیت ۳۴ کو موضوع بحث بناتے ہیں اور یہ نتیجہ نکالتے

ہیں کہ مرد وعورت کو خواہ شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ، رجم کی سزا صرف اس صورت میں دی جائے گی، جب کہ وہ اس کے عادی مجرم بن کر لا اینڈ آرڈر کے لیے مسئلہ بن جائیں اور معاشرہ میں نقض امن اور فساد برپا کردیں۔ صحابی رسول حضرت ماعز بن مالک اسلمیؓ کے واقعۂ رجم کو وہ اس کی نظیر قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک سورۂ نور کی آیتِ جلدہ زانی اور زانیہ کی سزا سو کوڑے قرار دیتی ہے اور یہی زنا کی سزا ہے، جو محصن وغیر محصن سب کے لیے عام ہے۔ اس میں کوئی تخصیص نہیں ہے، ہاں اگر زانی اس سزا سے قابو میں نہیں آرہا ہے یا ایک آفت کی شکل اختیار کر چکا ہے تو حکومت بطور 'نکال' اسے رجم بھی کراسکتی ہے۔ یہ چیز قرآن سے ثابت ہے۔ (۹)

سزائے رجم کے تعلق سے مولانا اصلاحی اور دیگر منکرین کے درمیان فرق بس اتنا ہے کہ دوسرے منکرین رجم کو کلیتاً مسترد کرتے ہیں جب کہ مولانا اصلاحی رجم کو زانی محصن کی سزا کے بجائے آیت محاربہ پر عمل کرتے ہوئے بدمعاش اور فتنہ پرور افراد کے لیے مخصوص جانتے ہیں۔ عہد صحابہ کے بعد تابعین، تبع تابعین اور اس کے بعد بھی کسی محدث، فقیہ اور عالم کا کوئی قول رجم کے خلاف منقول نہیں ہے۔ ابن منذر اور ابن حزم جیسے اکابر اس پر اجماع امت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اس باب میں مولانا اصلاحی کی تحقیق تفرد ہی میں شمار ہوگی۔

سورہ بقرہ کی آیت فَلاَ تَحِلُّ لَهُ مِن بَعْدُ حَتَّىَ تَنكِحَ زَوْجاً غَيْرَهُ (آیت: ۲۳۰) کی تفسیر کرتے ہوئے بھی مولانا اصلاحی صحیح احادیث کی پروا نہیں کرتے اور آیت کا یہ مطلب نکالتے ہیں کہ یہاں عقدِ نکاح ہی مراد ہے اور اسے وطی کے معنی میں لینا غیر ضروری تکلف سے کام لینا ہے۔ آخری طلاق دینے کے بعد اگر کوئی شخص پھر اس عورت سے نکاح کرنا چاہے تو اس کا حکم بیان ہو رہا ہے کہ جب تک وہ عورت کسی دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرلے اور اس کو طلاق نہ دے اس وقت تک یہ عورت اپنے شوہر کے لیے جائز نہیں ہوسکتی۔ مولانا اصلاحی یہاں ایک اشکال بھی قائم کرتے ہیں کہ تَنكِحَ میں فاعل عورت ہے اور وطی کرنا مرد کا کام ہے نہ کہ عورت کا۔

صحیح بخاری کی احادیث میں حتی تذوقی عسیلته ویذوق عسیلتک (۱۰) کے الفاظ وارد ہوئے ہیں، جن کا مطلب جنسی مباشرت کے سوا کچھ اور نہیں ہوسکتا۔ جمہور علماء نے بھی وطی اور ہم بستری کو یہاں ضروری قرار دیا ہے۔ (۱۱) مگر مولانا اصلاحی لغت اور عقل کا سہارا لے کر ایک رائے قائم کرلیتے ہیں اور صحیح بخاری کی احادیث کے بارے میں یہ تبصرہ کرتے ہیں:

''یہ مسئلہ درحقیقت پیدا ایک حدیث کی بنا پر ہے۔ قرآن سے اس کے لیے استدلال تو محض ایک نکتہ بعد الوقوع ہے، لیکن ہمارے نزدیک حدیث سے جو استدلال کیا گیا ہے، وہ بھی نہایت کمزور ہے۔ حدیث کے مختلف طریقوں کو جمع کر کے جو نتیجہ سامنے آتا ہے، ہم نے دیکھا ہے کہ وہ قرآن کے بالکل موافق ہے''۔(۱۲)

قرآن سے یہ موافقت کیسے پیدا ہوئی ؟ اسے مصنف نے فقہ کا موضوع قرار دے کر نظر انداز کر دیا ہے۔ مولانا کا یہ رویہ نا قابل فہم ہی نہیں نا قابل تسلیم بھی ہے۔ یہ رائے اُن کے تفردات ہی میں شامل ہوگی۔

حدیث وسنت میں تفریق

حدیث وسنت سے تفسیر میں استدلال کا معاملہ مولانا اصلاحی کے ہاں کافی کمزور ہے۔ وہ تفسیر القرآن بالقرآن کے اس حد تک پابند اور اس نظریہ کے اتنے بڑے وکیل اور ترجمان نظر آتے ہیں کہ احادیث نبویہ عام طور پر نظر انداز ہو جاتی ہیں یا ان کی مخالفت لازم آتی ہے۔ قرآن کریم سے متعارض کسی حدیث کے بارے میں اُن کا موقف بہت زیادہ مستحکم معلوم نہیں ہوتا۔ اس طرح کی احادیث پر انھوں نے توقف کیا اور اُس وقت اسے چھوڑ دیا جب اُن پر واضح ہو گیا کہ ''اس حدیث کو ماننے سے یا تو قرآن کی مخالفت لازم آتی ہے یا اس کی زد دین کے کسی اصول پر پڑتی ہے۔ جہاں تک صحیح احادیث کا تعلق ہے، اس کی نوبت بہت کم آتی ہے کہ ان کی موافقت قرآن سے ہی نہ ہو سکے، لیکن اگر کہیں ایسی صورت پیش آئی ہے تو وہاں میں نے بہر حال قرآن مجید کو ترجیح دی ہے اور اپنے وجوہ ترجیح تفصیل کے ساتھ بیان کر دیے ہیں''۔(۱۳)

اس منہجِ تفسیر پر سب سے بڑا اعتراض یہ وارد ہوتا ہے کہ یہ فیصلہ آخر کون کرے گا کہ قرآن کی زیر بحث آیت کی تفسیر کون سی قرآنی آیت کر رہی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ خود مفسر اپنے فہم ومطالعہ کی روشنی میں یہ فیصلہ کرے گا اور یہ فہم ومطالعہ اور اس کی بنیاد پر فیصلہ بہر حال ایک انسان کی کوشش ہوگی، خواہ وہ کتنا بڑا عالم قرآن اور عالم شریعت ہو، معصوم بہر حال نہیں ہوگا۔ یہ فہم اور فیصلہ اور اس کے نتیجہ میں وجود پذیر تفسیر قابل قبول اسی وقت ہوگی جب وہ حدیث وسنت کے موافق ہو۔ قرآن کو حدیث وسنت پر بالاتری اور ترجیح حاصل ہے، مگر کسی انسانی فہم ومطالعہ اور انسانی تفسیر کو یہ ترجیح اور فوقیت نہیں ہو سکتی، اس لیے تفسیر القرآن بالقرآن کے منہج تفسیر کا ہی تقاضا ہے کہ قرآن پاک کی ایسی تفسیر رد کر دی جائے جو متعلقہ آیت کی بیان کردہ تفسیر نبوی کے خلاف ہو۔ بعض محدثین نے اس سیاق میں غالباً اسی پس منظر میں یہ بات کہی ہے کہ السنة قاضيةٌ على الكتاب

(۱۴) قرآن کے مدلول اور معنی کی تعیین سنت کرتی ہے اور یہ تعیین حتمی اور واجب التسلیم ہے۔ سنت کی اس تشریح وتبیین کے خلاف کسی مسلمان کو کچھ کہنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ امام شافعی، خطیب بغدادی اور ابن عبدالبر نے یہی موقف اختیار کیا ہے۔ (۱۵) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی بھی یہی توجیہہ فرماتے ہیں کہ اگر قرآن کے مفہوم میں مختلف احتمالات ہوں تو معنی مراد کی تعیین سنت سے ہوگی۔ **واذا کان القرآن محتملاً لوجوہ فالسنۃ قاضیۃ علیہ** (۱۶) امام احمد بن حنبل نے اس تعبیر کو پسند نہیں کیا ہے اور اسے جسارت قرار دیا ہے، تاہم وہ بھی اسی مفہوم کے حامل ہیں۔ فرماتے ہیں: **مااجسر علی ھذا ان اقولہ ولکن السنۃ تفسر الکتاب وتعرف الکتاب وتبینہ** ۔(۱۷)

مولانا اصلاحی تفسیر قرآن میں سنت کو قطعی ماخذ کے طور پر تسلیم کرتے ہیں، مگر صرف سنت متواترہ مشہورہ کو باقی احادیث کو انھوں نے ظنی ماخذ میں شامل کیا ہے، جن میں صدق وکذب دونوں کا احتمال ہے۔ (۱۸) سنت کا تعلق اصلاحی فکر کے مطابق عملی زندگی سے ہے اور اس کی بنیاد امت کے عملی تواتر پر ہے۔ یہ سنت مثل قرآن ہے، اپنے ثبوت میں قرآن کا ہم پایہ ہے۔ ان دونوں کو ادنیٰ واعلیٰ اور مقدم وموخر نہیں قرار دیا جاسکتا۔ (۱۹)

مولانا اصلاحی کے اس موقف پر بھی متعدد اشکالات قائم ہوتے ہیں۔ حدیث وسنت کے درمیان یہ تفریق اور اس کے نتیجہ میں ان کی استنادی حیثیت کی درجہ بندی مولانا اصلاحی کا تفرد ہے۔ جمہور امت حدیث وسنت کے صحیح اور ثقہ راویوں سے مروی ریکارڈ کو سنت کا مستند ذخیرہ مان کر اس سے استناد کرتی ہے اور یہ موقف کم وبیش سارے مقبول ومعتبر فقہی وکلامی مسالک کا ہے۔ چودہ صدیوں کا تعامل یہی ہے۔ تاریخ کے ہر دور میں علمائے حدیث نے احادیث صحیحہ کو حجت تسلیم کیا ہے اور اس طرح کی تفریق اور اس کے نتیجہ میں حدیث کی استنادی حیثیت پر سوالیہ نشان لگانے کی اجازت نہیں دی ہے۔ ڈاکٹر فہد نے تفسیر تدبر قرآن کی ایک اور نمایاں کمزوری احادیث نبویہ کے تئیں اس کی عدم دلچسپی اور تساہل کو قرار دیا ہے۔ تدبر قرآن میں خال خال ہی احادیث رسول سے استناد واستدلال کیا گیا ہے۔ (۲۰) یہ اعراض وچشم پوشی سخت قابل تنقید ہے۔ (۲۱)

مولانا حمید الدین فراہیؒ اور اُن کے شاگرد رشید مولانا امین احسن اصلاحی کے قرآنی افکار واسرار پر ڈاکٹر عبیداللہ فہد کا یہ علمی محاکمہ ظاہر کرتا ہے کہ ڈاکٹر فہد قرآنیاتِ فراہی کے ترجمان وشارح بھی ہیں اور ناقد صریح بھی۔ وہ علمی وفکری دیانت اور قلم کی حرمت کے پاسبان ہیں۔ انھیں جو بات راس نہیں آئی ہے اُس کا محاکمہ کیا ہے۔ اجماع امت اور جمہور علماء ومفسرین کی پاسداری میں انھوں نے فکر فراہیؒ واصلاحیؒ پر جابجا تنقید بھی

کی ہے مگر اُن کی تنقید میں متانت ہے۔ شرافت اور وضع داری ہے اور تحسین کے عناصر کا غلبہ ہے۔

حواشی و مراجع

۱۔ اصلاحی امین احسن، تدبر قرآن، فاران فاؤنڈیشن لاہور، جلد ہفتم، نومبر ۱۹۸۲ء/محرم الحرام ۱۴۰۳ھ، ص ۳۱۹

۲۔ قرآن مبین کے ادبی اسالیب، حوالہ بالا، ص ۲۷-۲۸

۳۔ نظم قرآن کے بعض مفسرین، حوالہ بالا، ص ۲۴۲

۴۔ اصلاحی، سلطان احمد، فلسفۂ نظم قرآن- متوازن نقطہ نظر، سہ ماہی تحقیقات اسلامی، علی گڑھ، جلد ۱۴، عدد ا، جنوری- مارچ ۱۹۹۵ء، ص ۶۷

۵۔ فلاحی، عبید اللہ فہد، قرآن کریم میں نظم و مناسبت- دور اول کے علمائے ادب و بلاغت کے افکار کا مطالعہ، حوالہ بالا، ص ۲۳

۶۔ لمحاتِ قرآنی، حوالہ بالا، ص ۱۷۴

۷۔ پروفیسر خورشید احمد، مولانا اصلاحی کی یاد میں، ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور، جلد ۱۲۵، عدد ۳، مارچ ۱۹۹۸ء، ص ۵۸-۵۹

۸۔ لمحاتِ قرآنی، حوالہ بالا، ص ۱۷۴، ۱۷۵

۹۔ مولانا امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، لاہور، ۱۹۸۲ء، ج ۴، ص ۵۰۰-۵۰۷

۱۰۔ بخاری، کتاب الطلاق، باب اذا طلقتھا ثلاثا ثم تزوجت بعد العدۃ زوجاً غیرہ، ۳/۱۵۶

۱۱۔ مولانا احمد علی سہارنپوری، حاشیہ صحیح البخاری، نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۹۶۱ء، ۲/۸۰۱، مولانا سہارنپوری فرماتے ہیں کہ قال جمہور العلماء ذوق العسیلۃ کنایۃ عن المجامعۃ وھو تغیب حشفۃ الرجل فی فرج المرأۃ، وزاد الحسن البصری حصول الانزال وھذا الشرط افرد بہ عن الجماعۃ (جمہور علماء کی رائے ہے کہ ذوق العسیلۃ کنایہ ہے مرد اور عورت کی ہم بستری سے یعنی مرد کا عضو تناسل عورت کی شرم گاہ میں گھس جائے۔ امام حسن بصریؒ نے اس پر منی کے انزال کی شرط لگائی ہے۔ یہ اُن کی ذاتی رائے ہے جو جمہور علماء کی رائے کے خلاف ہے۔ جمہور علماء انزال کی شرط عائد نہیں کرتے)۔

۱۲۔ مولانا امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن لاہور، ۱۹۶۷ء، ج ا، ص ۴۹۳-۴۹۴

۱۳۔ نفس مصدر، ص ۳۰

۱۴۔ احمد بن علی خطیب بغدادی، الکفایۃ فی علم الروایۃ بیروت، دار الکتب العلمیۃ ۱۹۸۸ء، ص ۱۴

۱۵۔ محمد بن ادریس شافعی، کتاب الرسالہ، تحقیق احمد شاکر، بیروت، المکتبۃ العلمیۃ، ص ۱۰۰، نیز ابن عبد البر، جامع بیان العلم وفضلہ، مصر، ادارہ الطباعۃ المنیریۃ، ج ۲، ص ۱۹۱

۱۶۔ شاہ ولی اللہ دہلوی، الانصاف فی بیان سبب الاختلاف، لاہور، ہیئۃ الاوقاف، ۱۹۷۱ء، ص:۲۶

۱۷۔ خطیب بغدادی، الکفایۃ فی علم الروایۃ، ص ۱۵

۱۸۔ مولانا امین احسن اصلاحی، مبادی تدبر حدیث، لاہور، فاران فاؤنڈیشن، ۱۹۹۴ء، ص:۲۸

۱۹۔ نفس مصدر، ص ۳۵

۲۰۔ تفصیل کے لیے دیکھیے، اختر حسین عزمی لیکچرار اسلامیات گورنمنٹ کالج پتوکی کا مقالہ برائے ڈاکٹریٹ زیر نگرانی ڈاکٹر حمید اللہ عبد القادر، ادارہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب لاہور، بر موضوع، علوم اسلامی کی تشکیل جدید میں مولانا امین احسن اصلاحی کا کردار، تحقیقی مقالہ''۲۰۰۴ء، یہ مقالہ زیر بحث موضوع کے تمام پہلوؤں کو محیط اور مفصل تجزیہ پر مشتمل ہے۔ یہ مقالہ ۲۰۰۸ء میں ادارہ نشریات لاہور سے مولانا امین احسن اصلاحی، حیات وافکار کے نام سے طبع ہو چکا ہے۔

۲۱۔ لمحاتِ قرآنی، حوالہ بالا، ص ۱۷۵-۱۷۸

وَإِن كَادُواْ لَيَسْتَفِزُّونَكَ مِنَ الْأَرْضِ لِيُخْرِجُوكَ مِنْهَا وَإِذاً لَّا يَلْبَثُونَ خِلافَكَ إِلَّا قَلِيلاً ۔ سُنَّةَ مَن قَدْ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِن رُّسُلِنَا وَلاَ تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيلاً ۔ (بنی اسرائیل:۷۶-۷۷)

''اور یہ لوگ اس بات پر تلے رہے ہیں کہ تمھارے قدم اس سرزمین سے اکھاڑ دیں اور تمھیں یہاں سے نکال باہر کریں۔ لیکن اگر یہ ایسا کریں گے تو تمھارے بعد یہ خود یہاں کچھ دیر نہ ٹھریں گے۔ یہ ہمارا مستقل طریقہ کار ہے جو ان سب رسولوں کے معاملہ میں ہم نے برتا ہے، جنھیں تم سے پہلے ہم نے بھیجا تھا، اور ہمارے طریقہ کار میں تم کوئی تغیر نہ پاؤ گے''۔

حج بدل

مولانا ولی اللہ مجید قاسمی

حج ایک دینی فریضہ اور عبادت ہے۔اور عبادتیں تین طرح کی ہیں:

۱۔خالص بدنی عبادت

جیسے صوم وصلاۃ،اس میں کسی طرح کی نیابت درست نہیں ہے،لہٰذا کوئی کسی کی طرف سے نہ نماز پڑھ سکتا ہے اور نہ روزہ رکھ سکتا ہے۔

۲۔خالص مالی عبادت

جیسے زکاۃ،اس میں نیابت درست ہے،اس لیے کوئی بھی کسی کی طرف سے اس کی اجازت سے زکاۃ ادا کرسکتا ہے۔

۳۔مالی وبدنی کا مجموعہ

جیسے حج اس میں بدنی حیثیت کو دیکھتے ہوئے عذر کے بغیر نیابت درست نہیں ہے اور مالی حیثیت کے پیش نظر مجبوری کی حالت میں نیابت درست ہے اور چونکہ یہ دوسرے کے بدلے میں ادا کیا جاتا ہے اس لیے اسے حج بدل کہا جاتا ہے۔اس کی دوصورتیں ہیں:(۱)معذور کی طرف سے(۲) میت کی طرف سے

معذور کی طرف سے حج

کسی پر حج فرض ہوگیا لیکن اس نے ادا نہیں کیا اور پھر کسی مرض یا بڑھاپے وغیرہ کی وجہ سے وہ سفر کے لائق نہیں رہا،تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی طرف سے خرچہ دے کر کسی کو حج کے لیے بھیجے۔(۱)جیسا کہ حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ سے قبیلہ خشعم کی ایک خاتون نے عرض کیا:

ان فریضة اللّٰہ علیٰ عبادہ فی الحج ادرکت ابی شیخاً کبیراً لا یثبت علی الراحلة افاحج عنه قال نعم. رواہ الجماعة (۲)

’’حج کی ادائیگی کے حکم کے وقت میرے باپ بہت بوڑھے تھے،سواری پر بیٹھ نہیں سکتے تھے،

کیا میں ان کی طرف سے حج کرلوں؟ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں‘‘۔

امام احمد اور نسائی کی روایت میں ہے کہ قبیلہ خشعم کے ایک شخص نے دریافت کیا:

ان ابی ادرکہ الاسلام وھو شیخ کبیر لا یستطیع رکوب الرحل والحج مکتوب علیہ افاحج عنہ قال انت اکبر ولدہ؟ قال نعم قال ارأیت لو کان علیٰ ابیک دین فقضیتہ عنہ اکان یجزی ذالک عنہ قال نعم، قال فاحجج عنہ(۳)

’’میرے باپ بڑھاپے کی حالت میں مسلمان ہوئے، ان پر حج فرض ہے لیکن وہ سواری پر بیٹھ نہیں سکتے، کیا میں ان کی طرف سے حج کرلوں؟ آپ نے فرمایا کہ کیا تم ان کے سب سے بڑے لڑکے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہاں، آپ نے فرمایا کہ اگر تمہارے باپ پر کسی کا قرض ہوتا اور تم ادا کر دیتے تو ادا ہو جاتا؟ انہوں نے کہا کہ ہاں! آپؐ نے فرمایا تو ان کی طرف سے حج بھی کرلو‘‘۔

معذور کی طرف سے حج کے صحیح ہونے کے لیے ضروری ہے کہ جس پر حج فرض ہو وہ بیماری، بڑھاپا، یا کسی اور وجہ سے حج کرنے کے لائق نہ ہو اور مرتے دم تک اس میں حج کے لیے جانے کی طاقت نہ رہے۔ اگر کوئی شخص حج بدل کرانے کے بعد تندرست ہو جائے یا اس کی مجبوری ختم ہو جائے تو دوبارہ اس کے لیے حج کرنا ضروری ہے، جمہور اسی کے قائل ہیں، اور ان کے دلائل یہ ہیں:

۱۔ حج پوری زندگی میں ایک مرتبہ فرض ہے اور جس سال حج فرض ہوا ہے اسی سال اس کی ادائیگی ضروری ہے، اور اس سلسلے میں کوتاہی باعث گناہ ہے، اور اس سال ادا نہ کرنے کی وجہ سے وہ اس کے ذمے قرض بن گیا، اور اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی زندگی میں حج ادا کرے اگرچہ اس میں حج کی فرضیت کی شرطیں اب نہ پائی جارہی ہوں، اور اگر زندگی کے کسی بھی مرحلے میں بذات خود حج کرنے کی طاقت نہ ہو تو اس کے لیے حج بدل کرانے کی رخصت دی گئی ہے لیکن اگر اس میں بذات خود حج کرنے کی قدرت کبھی بھی پیدا ہو جائے تو پھر رخصت کی وجہ باقی نہیں رہے گی اور اس کے لیے اپنے طور پر حج کرنا ضروری ہوگا۔(۴)

۲۔ بذات خود حج سے مایوس ہونے کی صورت میں حج بدل کی اجازت دی گئی ہے اور صحت مند ہونے اور مجبوری کے ختم ہو جانے سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ اس کی مایوسی غلط تھی، لہٰذا اصل حکم یعنی حج کرنا ضروری ہوگا۔

اس کے برخلاف امام احمد کے نزدیک اس حالت میں خود حج کرنا ضروری نہیں، کیونکہ اس طرح سے اس پر دو مرتبہ حج فرض کرنا لازم آئے گا جو صحیح نہیں ہے۔(۵)

میت کی طرف سے حج

حج فرض ہونے کے بعد اس کی ادائیگی کا موقع ملا لیکن کسی وجہ سے اس سال وہ ادا نہ کر سکا اور دوسرے سال اس کی وفات ہوگئی تو اس کی طرف سے بھی حج کیا جا سکتا ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے منقول ہے کہ قبیلہ جہینہ کی ایک عورت نے نبی ﷺ سے دریافت کیا:

> ان امی نذرت ان تحج ولم تحج حتیٰ ماتت افاحج عنھا؟ قال، نعم حجی عنھا ارأیت لو کان علیٰ امک دین اکنت قاضیته؟ اقضوا اللّٰہ فاللّٰہ احق بالوفاء'. (٦)
>
> ''میری ماں نے حج کرنے کی منت مانی تھی لیکن وہ حج نہ کر سکی یہاں تک کہ اس کی وفات ہوگئی کیا میں اس کی طرف سے حج کرلوں؟ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں اس کی طرف سے حج کرو، بتلاؤ کہ اگر تمہاری ماں پر کسی کا قرض ہوتا تو تم اسے ادا کرتی یا نہیں؟ لوگو! اللہ کے قرض کو ادا کرو، اللہ کا قرض اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اسے ادا کیا جائے''۔

میت کی طرف سے حج اسی وقت ضروری ہوگا، جب کہ اس نے اس کی وصیت کی ہو، اور اتنا مال چھوڑا ہو کہ اس کے تہائی حصہ سے حج کا خرچہ نکل آئے، کیوں کہ حج ایک عبادت ہے جس میں بدنی حیثیت غالب ہے، اس لیے اصلاً اس میں نیابت درست نہیں، اور وصیت نہ کرنے کی صورت میں وہ گنہ گار ہوگا اور وارثوں کے لیے اس کے مال سے یا اس کے ترکہ سے حج کرانا ضروری نہیں ہے، تاہم اگر وہ اپنے طور پر اس کی طرف سے حج کا نظم کر دیں تو رحمت الٰہی سے امید ہے کہ اس پر سے حج کی فرضیت ساقط ہو جائے گی، امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کی یہی رائے ہے۔ (۷) امام شافعی اور احمد رحمہما اللہ کے نزدیک خواہ اس نے وصیت کی ہو یا نہ کی ہو، بہر صورت اس کے پورے مال سے حج کرایا جائے گا، اس لیے کہ دیگر قرضوں کی طرح سے یہ بھی ایک قرض ہے جیسا کہ حدیث میں ہے، اس لیے ہر حال میں اس کی ادائیگی ضروری ہے۔ (۸)

حج بدل کرنے والے کے لیے حاجی ہونا

حج بدل کرنے والے کے لیے کیا یہ ضروری ہے کہ پہلے اس نے خود اپنا فرض حج ادا کیا ہو؟ اس سلسلے میں دو نقطۂ نظر پائے جاتے ہیں۔ بعض لوگوں کے نزدیک اس کے لیے اپنا حج ادا کرنا ضروری ہے، اور اگر کوئی شخص اپنا حج کیے بغیر دوسرے کی طرف سے حج کے لیے چلا جائے تو یہ حج اسی کا مانا جائے گا اور اس نے دوسرے سے

جو سفر خرچ لیا ہے اسے واپس کرنا ہوگا۔امام شافعی،امام احمد وغیرہ اسی کے قائل ہیں،(۹) اس لیے کہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے:

ان رسول اللّٰہ ﷺ سمع رجلاً یقول لبیک عن شبرمة فقال احججت عن نفسک قال لا قال فحج عن نفسک ثم حج عن شبرمة.(۱۰)

''رسول اللہ ﷺ نے سنا کہ ایک شخص کہہ رہا ہے کہ شبرمہ کی طرف سے لبیک، آنحضور ﷺ نے اس سے پوچھا کہ کیا تم نے اپنی طرف سے حج کیا ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں، آپؐ نے فرمایا کہ پہلے اپنی طرف سے حج کرو اور اس کے بعد شبرمہ کی طرف سے''۔

امام ابوحنیفہ، مالک اور ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل کے نزدیک حج بدل کرنے والے کے لیے اپنا حج کیے ہوئے ہونا ضروری نہیں ہے،(۱۱) اور اگر حج بدل کرنے والا ایسا شخص ہے جس پر خود حج فرض ہے تو اس کے لیے دوسرے کی طرف سے جانا مکروہ تحریمی ہے،اور دوسرے کے لیے ایسے شخص کو بھیجنا مکروہ تنزیہی ہے اور اگر اس پر حج فرض نہیں ہے تو اس کے لیے دوسرے کی طرف سے جانا اور دوسرے کے لیے اسے بھیجنا دونوں مکروہ تنزیہی ہے۔(۱۲)

حنفیہ وغیرہ کی دلیل یہ ہے کہ قبیلہ خثعم سے متعلق شخص کے سوال کے جواب میں اللہ کے رسول ﷺ نے یہ نہیں پوچھا تھا کہ تم نے خود اپنا حج کیا ہے یا نہیں؟ اور اس طرح کے مواقع میں بغیر کسی تفصیل وتفریق کے مسئلہ بیان کرنا اس کے عام ہونے کی دلیل ہے۔یعنی ہر شخص کے لیے دوسرے کی طرف سے حج کی اجازت ہے خواہ اس نے اپنا حج کیا ہو یا نہ کیا ہو۔

دوسرے یہ کہ حدیث میں اسے قرض کہا گیا ہے اور کسی کی طرف سے وہ شخص بھی قرض ادا کرسکتا ہے جو خود بھی مقروض ہو۔

اور ابن عباسؓ کی روایت کے مرفوع وموقوف ہونے میں اختلاف ہے،امام احمد بن حنبلؒ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کی طرف اس کی نسبت غلط ہے بلکہ وہ ابن عباسؓ کا اپنا قول ہے اور علامہ ابن منذر کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف اس کی نسبت ثابت نہیں ہے۔

اور اگر نسبت صحیح بھی ہو تو اس سے مراد استحباب ہے وجوب نہیں۔یعنی ایسا کرنا بہتر ہے، لازم اور ضروری نہیں ہے۔(۱۳)

کیا حج بدل کے لیے جانے والے پر حج فرض ہو جاتا ہے؟

جس شخص پر حج فرض نہ ہوا گر وہ دوسرے کی طرف سے حج کرنے کے لیے جائے تو کیا مکہ پہنچ جانے کی وجہ سے خود اس پر حج فرض ہو جائے گا؟ متقدمین حنفیہ کے یہاں اس مسئلہ کا کوئی ذکر نہیں ملتا ہے اور متاخرین کے درمیان اختلاف ہے۔بعض لوگوں کے نزدیک اس پر حج فرض ہو جائے گا کیوں کہ مکہ میں داخل ہونے کی وجہ سے اس میں حج کی استطاعت پیدا ہوگئی جو حج کی فرضیت کے لیے شرط ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا (آل عمران:۹۷)

''اور اللہ کے لیے لوگوں پر بیت اللہ کا حج فرض ہے، جو اس تک پہنچنے کی استطاعت رکھے''۔

یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی فقیر و نادار جو مکہ کا رہنے والا نہ ہو لیکن کسی ذریعہ سے میقات تک پہنچ جائے تو اس پر حج فرض ہو جاتا ہے بشرطیکہ وہ پیدل چل کر کعبہ تک پہنچنے کی طاقت رکھے اور اب اس کے لیے سفر خرچ اور سواری کی قدرت ہونے کی شرط نہیں ہے۔

اس لیے حج بدل کرنے والے کے لیے اب دو شکل ہے ایک یہ کہ حج کرنے کے بعد سال بھر تک وہیں ٹھہرا رہے اور پھر دوسرے سال اپنا حج کرکے واپس آئے، دوسرے یہ کہ حج بدل کرکے واپس آجائے اور پھر قرض لے کر یا کسی اور ذریعہ سے نظم کرکے حج کے لیے جائے، کیوں کہ حج فرض ہو جانے کی وجہ سے اس کے ذمہ اس کی ادائیگی ضروری ہے۔

اکثر لوگوں کے نزدیک اس پر حج فرض نہیں ہوا ہے اور یہی صحیح ہے، کیوں کہ حج فرض ہونے کے لیے استطاعت شرط ہے۔اور کسی فقیر و نادار کے لیے سال بھر تک وہاں ٹھہرنے یا واپس جا کر دوبارہ آنے کی استطاعت نہیں ہے، کیوں کہ وہ سال بھر کا خرچ کہاں سے لائے گا؟ اور اس دوران اس کے گھر والوں کا کفیل کون ہوگا؟ کیا انہیں اس طویل عرصہ تک بے سہارا چھوڑ دیا جائے گا؟ اور کیا اتنے دنوں تک وہاں کی حکومت کی طرف سے ٹھہرنے کی اجازت ہوگی؟

اور قرض وغیرہ کے ذریعہ دوبارہ جانے میں انسان کو اس کی وسعت سے زیادہ کا مکلّف بنانا اور دشواری میں مبتلا کرنا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (البقرہ:۲۸٦)

''اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی وسعت کے بقدر ہی مکلّف بناتے ہیں''۔

حدیث میں ہے: الدین یسر (۱۴) ''دین آسان ہے۔'' ایسے شخص کو جس میں حج کرنے کی استطاعت نہیں ہے، حج کرنے کا پابند بنانا اس کو دشواری میں مبتلا کرنا ہے اور اس آسانی اور سہولت کی خلاف ورزی ہے جو اس دین کا امتیاز ہے اور ہر حکم میں جس کی رعایت رکھی گئی ہے۔

شرائط واحکام

حج بدل کے صحیح ہونے کے لیے درج ذیل شرطیں ہیں:

۱۔ جس کی طرف سے حج بدل کیا جارہا ہو اس نے اسے کرنے کا حکم دیا ہو، صرف ایک صورت اس سے الگ ہے وہ یہ کہ میت کی طرف سے حج بدل کیا جارہا ہو اور اس نے اس کا حکم نہ دیا ہو، لیکن وارث نے اس کی طرف سے حج بدل کردیا ہو۔ (۱۵)

۲۔ احرام باندھتے ہوئے حج بدل کرانے والے کی طرف سے حج کی نیت کی جائے، بہتر ہے کہ تلبیہ کہتے ہوئے کہے کہ: ''لبیک عن فلاں''۔ (۱۶)

۳۔ سفر حج کے اخراجات حج کرانے والے کے ذمہ ہوں، لہٰذا اگر کوئی شخص اپنا مال خرچ کرکے کسی کی طرف سے حج کرے تو صحیح نہیں ہے۔ اسی طرح سے کسی نے حج کی وصیت کی ہو تو بھی اس کے ترکہ سے حج کا خرچ لیا جائے گا، اگر اس کے مرنے کے بعد وارث نے اپنے مال سے حج کرایا تو صحیح نہیں ہے۔

۴۔ حج کے لیے آمد ورفت اور مکہ میں قیام کے دوران کے تمام اخراجات حج بدل کرانے والے کے ذمہ ہوں گے، البتہ بلاضرورت یا اپنی ذاتی ضرورت کی وجہ سے کہیں قیام کرنے کے اخراجات کا ذمہ دار خود حج کرنے والا ہوگا۔ (۱۷)

۵۔ میت کی طرف سے حج کرنے کی صورت میں حج کے اخراجات اس کے چھوڑے ہوئے مال کے ایک تہائی حصہ سے پورے کیے جائیں گے چاہے اس نے وصیت میں اس کی صراحت کی ہو یا نہ کی ہو اور اگر تہائی مال کے ذریعہ اس کے وطن سے مکہ پہنچنے کی گنجائش نہ ہو تو اس جگہ سے حج بدل کرایا جائے جہاں سے تہائی مال میں پہنچنا ممکن ہو۔ (۱۸)

۶۔ کوئی شخص حج فرض ہونے سے پہلے ہی معذور ہے اور معذوری کی حالت میں وہ مال دار اور سفر حج کا خرچ برداشت کرنے کے لائق ہوا تو ایسی حالت میں اس پر حج فرض ہوگا یا نہیں اس سلسلے میں اختلاف ہے۔ بعض حنفی فقہاء کے نزدیک اس پر حج فرض ہوگیا اور اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی جگہ دوسرے کو حج کے

لیے بھیجے، اور بعض لوگوں کے نزدیک اس پر حج فرض نہیں ہے کیوں کہ اس کی فرضیت کے لیے استطاعت شرط ہے جو اس میں موجود نہیں ہے۔ یہی رائے زیادہ صحیح اور اسی کے مطابق عمل ہے۔ (۱۹)

۷۔ نفل حج کرنے کے لیے ایسا شخص بھی اپنی جگہ دوسرے کو بھیج سکتا ہے جو خود حج کرنے کی قدرت رکھتا ہو۔

۸۔ حج بدل کے لیے ایسے شخص کو بھیجنا چاہیے جو مناسک حج سے خوب واقف ہو اور پہلے اپنی طرف سے حج کر چکا ہو۔ (۲۰)

۹۔ مرد کی طرف سے حج بدل کرنے کے لیے کسی عورت کو بھی بھیجا جاسکتا ہے، اگر چہ بہتر نہیں ہے۔ (۲۱)

حواشی ومراجع

۱۔ معارف السنن: ۶/۵۵-۵۵۰۔

۲۔ بخاری ومسلم وغیرہ، نیل الاوطار: ۴/۲۹۱۔

۳۔ رواہ احمد والنسائی بمعناہ قال الحافظ اسنادہ صالح، نیل الاوطار: ۴/۲۹۱۔

۴۔ فتح القدیر: ۳/۱۳۴۔ ۵۔ المغنی: ۵/۲۱۔

۶۔ رواہ البخاری۔

۷۔ ردالمحتار: ۴/۶، معارف السنن: ۶/۵۵۱، اوجز المسالک: ۷/۲۱۷۔

۸۔ المغنی: ۵/۳۸۔ ۹۔ المغنی: ۵/۴۲۔

۱۰۔ رواہ ابوداؤد وابن ماجہ۔ ۱۱۔ حوالہ مذکورہ۔

۱۲۔ ہندیہ: ۱/۲۵۷، ردالمحتار: ۴/۲۱۔

۱۳۔ نیل الاوطار: ۴/۲۹۳، اعلاء السنن: ۱۰/۴۶۳-۴۶۲۔ ۱۴۔ صحیح بخاری: ۱/۱۰۔

۱۵۔ البدائع: ۲/۴۵۶، ردالمحتار: ۴/۱۶۔ ۱۶۔ الہندیہ: ۱/۲۵۷، اوجز المسالک: ۷/۲۱۶۔

۱۷۔ الہندیہ: ۱/۲۵۷، البدائع: ۲/۴۵۶۔ ۱۸۔ الہندیہ: ۱/۲۵۸۔

۱۹۔ اوجز المسالک: ۷/۲۱۲، ردالمحتار: ۴/۱۵۔

۲۰۔ ردالمحتار: ۴/۲۱، الہندیہ: ۱/۲۵۷۔

۲۱۔ اوجز المسالک: ۷/۲۱۸، الہندیہ: ۱/۲۵۷۔

جنگ وامن اور انسانی اقدار

ڈاکٹر محمد اسامہ

اسلام کا بے مثال کارنامہ

مغرب میں جدید دور کا آغاز سولہویں صدی عیسوی میں ہوا۔ سائنسی فکر کے فروغ اور ارتقا کے نتیجے میں مغرب ایک صنعتی اور مشینی کلچر میں ڈھل گیا جس کے ذریعہ تیار شدہ مال کی کھپت کے لیے نئی نئی منڈیوں کی تلاش ایک ناگزیر ضرورت بن گئی۔ سستے خام مال کی ضرورت نے بھی یورپی اقوام کو ایشیائی ممالک کی طرف پہلے جھانکنے، پھر داخل ہونے اور بالآخر قابض ہونے کے محرکات فراہم کیے۔

سترہویں صدی عیسوی میں مغرب کو مشرق کی سلطنتوں تک پہنچنے پھر انہیں سیاسی طور پر اپنا غلام بنانے کے مواقع ملے۔ آج مغرب اپنی ماڈی ترقیات اور سائنسی فتوحات سے حاصل کردہ قوت وسبقت کو ایک عالمی غلبے کی صورت دینا چاہتا ہے اور اب وہ اسلامی تہذیب یا مشرقی تہذیبوں کو نگل کر ایک عالمی تہذیب کا خواب دیکھ رہا ہے۔

صورت حال یہ ہے کہ دنیا کے تمام بڑے ممالک، قومیں اور افراد امن قائم کرنے کی بات کر رہے ہیں۔ اس کے لیے انہوں نے مختلف عالمی ادارے اور تنظیمیں قائم کر رکھی ہیں، جیسے 'ورلڈ پیس موومنٹ' (World Peace Movement)، 'سیکورٹی کونسل' (Security Council)، 'ہیومن رائٹ واچ' (Human Right Watch) اور 'کنٹرول آرم کمپین' (Control Arm Companion) وغیرہ۔ امن وامان کے نام پر مختلف نظریات کا ہجوم ہے، جیسے 'پیسف ازم' (Pacifism)، گاندھی ازم (Gandhism)، سوشلزم (Socialism)، نیشنلزم (Nationalism)، کمیونزم (Communism) اور سیکولرزم (Secularism) وغیرہ، ان کے تحت دنیا میں امن وامان کو فروغ دینے کے لیے مختلف پروگرام، سیمینار اور کانفرنسیں منعقد کی جاتی ہیں۔ ان سب کا مقصد ایک ہے کہ دنیا میں

امن وامان رہے اور دو یا دو سے زائد ملکوں میں جنگ نہ ہو۔لیکن تاریخ بتاتی ہے کہ اس کے باوجود چھوٹی بڑی جنگیں ہوتی رہیں اور ان میں انسانی اقدار کی پامالی کے ساتھ لاکھوں اربوں انسانی جانیں ضائع ہوتی رہی ہیں۔ ماضی قریب میں دو عالمی جنگیں 'جنگ عظیم اول' (۱۹۱۴ء) اور 'جنگ عظیم دوم' (۱۹۳۹ء) اس کی نمایاں مثالیں ہیں۔(۱) اس کے علاوہ موجودہ دور میں افغانستان، عراق، شام، مصر، لیبیا، تیونس کے ساتھ بعض دیگر ممالک بھی جنگ کا شکار ہیں۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ امن وامان قائم کرنے کا نعرہ لگانے والے ممالک اسلحے کی دوڑ میں ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ا مریکی ویب سائٹ 'کانگریشنل ریسرچ سروس' (Congressional Research Service) نے اپنی رپورٹ میں دعویٰ کیا ہے کہ عالمی سطح پر ہتھیاروں کی تجارت ساٹھ ارب ڈالر سالانہ ہے جس میں چالیس فیصد امریکا کا ہے۔(۲)

نوئما (Knoema World Data Atlas) کی 2013 کی رپورٹ کے مطابق اسلحہ کی فروخت میں سرفہرست بالترتیب روس، امریکہ، چین، فرانس اور برطانیہ ہیں اور ان کی خریداری میں 2014 کی رپورٹ کے مطابق سرفہرست بالترتیب ہندوستان، سعودی عرب، ترکی، چین اور انڈونیشیا ہیں۔ دفاعی بجٹ کی بات کی جائے تو 2014 کی رپورٹ کے مطابق سرفہرست عمان 11.06%، سعودی عرب 10.04%، جنوبی سوڈان 09.03%، لیبیا 06.02%، کومبو 05.06% اور ہندوستان 02.04% اپنی مجموعی گھریلو پیداوار (G.D.P) کا خرچ کرتے ہیں۔(۳)

اسلام پر ایک بے جا اعتراض

جدید دور میں مخالفینِ اسلام اور مستشرقین نے اسلام پر ایک اعتراض یہ کیا ہے کہ وہ ایک خوں خوار مذہب ہے جو اپنے ماننے والوں کو خوں ریزی اور دہشت گردی کی تعلیم دیتا ہے، اس کی اشاعت تلوار سے ہوئی ہے اور اس کی بنیاد طاقت وقوت پر ہے۔ یہ اعتراض جنگ وامن کے سلسلے میں اسلام کی تعلیمات سے صحیح طور پر آگہی نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔اس اعتراض کی غیر معقولیت مولانا مودودیؒ نے ان الفاظ میں واضح کی ہے:

> ''اس بہتان کی اگر کچھ حقیقت ہوتی تو قدرتی طور پر اس وقت پیش ہونا چاہیے تھا جب پیروانِ اسلام کی شمشیر خارا شگاف نے کرۂ زمین میں ایک تہلکہ برپا کر رکھا تھا اور فی الواقع دنیا کو یہ شبہ ہوسکتا تھا کہ شاید ان کے یہ فاتحانہ اقدامات کسی خوں ریز تعلیم کا نتیجہ ہوں۔

مگر عجیب بات یہ ہے کہ اس بہتان کی پیدائش آفتابِ عروجِ اسلام کے غروب ہونے کے بہت عرصہ بعد عمل میں آئی۔ اس کے خیالی پتلے میں اس وقت روح پھونکی گئی جب اسلام کی تلوار تو زنگ کھا چکی تھی مگر خود اس کے بہتان کے مصنف، یورپ کی تلوار بے گناہوں کے خون سے سرخ ہو رہی تھی اور اس نے دنیا کی کم زور قوموں کو نگلنا شروع کر دیا تھا۔'' (۴)

اسلام کا نظریۂ امن

اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانوں کو عطا کردہ مختلف نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت 'امن' ہے۔ اگر انسانی زندگی میں یہ نہ ہو تو سارا سامانِ عیش و راحت بے کار اور بے مزہ ہو جاتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں انسانوں کو اس نعمت کو یاد دلا کر شکر ادا کرنے کا حکم دیا ہے:

فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَذَا الْبَيْتِ. الَّذِیْ اَطْعَمَهُم مِّن جُوعٍ وَآمَنَهُم مِّنْ خَوْفٍ. (۵)

''لہٰذا ان کو چاہیے کہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں جس نے انہیں بھوک سے بچا کر کھانے کو دیا اور خوف سے بچا کر امن عطا کیا۔''

اسلام نے سب سے پہلے انسانی نفوس اور اعراض و املاک کی قدر و قیمت و حرمت کو ذہن نشین کرایا۔ سارے انسانوں کو ایک ماں باپ کی اولاد بتایا اور انہیں آپس میں بھائی بھائی قرار دیا۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَا اَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالاً كَثِيْراً وَنِسَآءً. (۶)

''اے لوگو! اپنے اس رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد و عورت دنیا میں پھیلا دیے۔''

قرآن کریم نے ان انسانوں کی شدید مذمت کی جن کا کام زمین میں تخریب و فساد اور حرث و نسل کو برباد کرنا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَإِذَا تَوَلَّى سَعَى فِیْ الاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللّٰهُ لاَ يُحِبُّ الفَسَادَ. (۷)

''اور جب اسے اقتدار حاصل ہو جاتا ہے، تو زمین میں اس کی ساری دوڑ دھوپ اس لیے ہوتی ہے کہ فساد پھیلائے، کھیتوں کو غارت کرے اور نسلِ انسانی کو تباہ کرے۔ حالاں کہ

اللہ (جسے وہ گواہ بنا رہا تھا) فساد کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔‘‘

اسلام نے انسانوں کو ان تمام کاموں سے روکا جن سے لوگوں کے درمیان عداوت ونفرت پیدا ہوتی ہے۔ جیسے غیبت، چغل خوری، جھوٹ، تجسس، بدگمانی اور ایک دوسرے کا مذاق اڑانا وغیرہ۔ قرآن کہتا ہے:

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسٰى اَن يَّكُونُوا خَيْراً مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّن نِّسَاءٍ عَسٰى اَن يَّكُنَّ خَيْراً مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا اَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الاِسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ وَمَن لَّمْ يَتُبْ فَاُوْلٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ. يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيْراً مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضاً اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَن يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتاً فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ. (۸)

’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! نہ مرد دوسرے مرد کا مذاق اڑائیں، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔ آپس میں ایک دوسرے پر طعن نہ کرو اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے یاد کرو۔ ایمان لانے کے بعد تو فسق میں نام پیدا کرنا بہت بری بات ہے۔ اور جو لوگ اس روش سے توبہ نہ کریں تو یہی لوگ ظالم ہیں۔‘‘ ’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بہت زیادہ گمان کرنے سے بچو کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ اور ٹوہ میں نہ لگو۔ اور نہ ایک دوسرے کی غیبت کرو۔ کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ اپنے مردار بھائی کا گوشت کھائے؟ تم نے تو اس کو ناگوار جانا۔ اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا، مہربان ہے۔‘‘

قُولُوا آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنزِلَ اِلَيْنَا وَمَا اُنزِلَ اِلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْمَاعِيْلَ وَاِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالاَسْبَاطِ وَمَا اُوتِيَ مُوسٰى وَعِيْسٰى وَمَا اُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِن رَّبِّهِمْ لاَ نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ. (۹)

’’مسلمانو! کہو: ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس ہدایت پر جو ہماری طرف نازل ہوئی اور جو ابراہیمؑ، اسمٰعیلؑ، اسحٰقؑ، یعقوبؑ اور اولادِ یعقوب کی طرف نازل ہوئی تھی اور جو موسیٰؑ وعیسیٰؑ اور دوسرے تمام پیغمبروں کو ان کے رب کی طرف سے دی گئی تھی۔ ہم ان کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے مسلم ہیں۔‘‘

دین اسلام نے دوسری قوموں اور ملکوں کے ساتھ اچھے تعلقات رکھنے، ان سے لین دین، تجارت

اوران کی صنعت وحرفت سے مستفید ہونے سے منع نہیں کیا ہے۔مزید یہ کہ دیگر مذاہب کے ماننے والوں کو انہیں اپنے مذہب اور عقائد کے مطابق عمل کرنے کی پوری اجازت دی ہے اور مسلمانوں سے جنگ نہ کرنے والوں کے ساتھ انصاف کرنے اور حسن سلوک کرنے کی ہدایت کی ہے۔قرآن کہتا ہے:

لَا یَنۡھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیۡنَ لَمۡ یُقَاتِلُوۡکُمۡ فِی الدِّیۡنِ وَلَمۡ یُخۡرِجُوۡکُمۡ مِّنۡ دِیَارِکُمۡ اَنۡ تَبَرُّوۡھُمۡ وَتُقۡسِطُوۡۤا اِلَیۡھِمۡ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الۡمُقۡسِطِیۡنَ. (۱۰)

’’اللہ تمھیں ان لوگوں کے ساتھ حسن سلوک اور انصاف کرنے سے نہیں روکتا جنھوں نے دین کے معاملے میں نہ تم سے جنگ کی ہے اور نہ تم کو تمہارے گھروں سے نکالا ہے۔اللہ انصاف کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔‘‘

ان اصول ومبادی سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں امن وامان کو کیا حیثیت دی گئی ہے۔خود قرآن کریم کی ۱۳۳ سے زیادہ آیتوں میں لفظ ’سلم‘ اور اس مادے کے دیگر الفاظ موجود ہیں۔دریں اثنا لفظ ’حرب-جنگ‘ پر مشتمل صرف چھ آیات ہیں۔اس بنا پر کہا جاسکتا ہے کہ اسلام کے جملہ اغراض ومقاصد میں امن وسلامتی کی فکر کو اہم مقام حاصل ہے۔

اسلام کا نظریۂ جنگ

اسلام نے جنگ کی اجازت صرف فتنہ وفساد اور ظلم وزیادتی کو روکنے، بدامنی کے ماخذوں کو ختم کرنے، امن وامان قائم کرنے، انسانی زندگی کی جائز حفاظت اور حقیقی اقدار کے لیے دی ہے۔اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَا لَکُمۡ لَا تُقَاتِلُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَالۡمُسۡتَضۡعَفِیۡنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالۡوِلۡدَانِ الَّذِیۡنَ یَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَاۤ اَخۡرِجۡنَا مِنۡ ھٰذِہِ الۡقَرۡیَۃِ الظَّالِمِ اَھۡلُھَا وَاجۡعَلۡ لَّنَا مِنۡ لَّدُنۡکَ وَلِیًّا وَّاجۡعَلۡ لَّنَا مِنۡ لَّدُنۡکَ نَصِیۡرًا. (۱۱)

’’آخر کیا وجہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں ان بے بس مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر نہ لڑو جو کمزور پاکر دبا لیے گئے ہیں اور فریاد کررہے ہیں کہ خدایا، ہم کو اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں اور اپنی طرف سے ہمارا کوئی حامی ومددگار پیدا کردے۔‘‘

اسلام دنیا میں امن قائم کرنے کے لیے بھی جنگ کرنے کا حکم دیتا ہے۔قرآن اسی کو ’جہاد فی سبیل اللہ‘ سے

تعبیر کرتا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے انسانوں کو مذہبی آزادی دی ہے۔قرآن کہتا ہے:

لاَ إِکْرَاهَ فِي الدِّيْنِ. (۱۲)

''دین کو قبول کرنے کے معاملے میں کوئی زور زبردستی نہیں ہے۔''

اسلام اس لیے جنگ کا حکم دیتا ہے کہ امت کو خارجی مظالم سے نجات دلائے اور ساری قوموں کے لیے بھی دنیا میں امن وسکون ہو۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰی لاَ تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّيْنُ كُلُّهُ لِلّٰهِ. (۱۳)

''ان سے جنگ کروتا آں کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین پورا کا پورا اللہ کے لیے ہو جائے۔''

مسلمانوں کو اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ مال دولت کے حصول کے لیے جنگ کریں۔تمام فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ محض ملک کی توسیع یا معاشی فائدے کے لیے جنگ کرنا جائز نہیں ہے۔

جنگ میں انسانی اقدار کے تحفظ کے احکام

اسلام نے سب سے پہلے جنگ کے سلسلے میں گزشتہ طریقوں کی اصلاح کی،اس کے بعد اس کے لیے ایسے پاکیزہ اصول طے کیے کہ یہی جنگ،جس کا نام سنتے ہی روح کانپ اٹھتی تھی،اب انسانیت کی بے راہ روی اور اخلاقی، جانی اور مادی تحفظ کا ذریعہ بن گئی۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے فوجوں کو روانہ کرتے وقت انسانی اقدار سے متعلق باقاعدہ ہدایات دی جاتی تھیں۔چناں چہ آپؐ سپہ سالار اور فوج کو پہلے تقویٰ اور خوفِ خدا کی نصیحت کرتے پھر ارشاد فرماتے:

اغزوا بسم الله، و في سبيل الله،قاتلوا من كفر بالله،ولا تغلّوا، و لا تغدروا، و لا تمثلوا، و لا تقتلوا وليداً. (۱۴)

''جاؤ اللہ کا نام لے کر اور اللہ کی راہ میں،لڑو ان لوگوں سے جو اللہ سے کفر کرتے ہیں مگر جنگ میں کسی سے بدعہدی نہ کرو،غنیمت میں خیانت نہ کرو،مثلہ نہ کرو اور کسی بچے کو قتل نہ کرو۔''

انسانی اقدار کے اصول وضوابط میں سے چند کی تفصیلات درج ذیل ہیں:

ضرورت کے بہ قدر جنگ

اللہ تعالیٰ نے جنگ کے حدود مقرر کر دیے ہیں اور اس سے آگے بڑھنے سے منع کر دیا۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰی لاَ تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ. (۱۵)

''ان سے جنگ کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین اللہ کے لیے ہو جائے۔''

صلح قبول کرنا

اسلام امن وسلامتی کو ترجیح دیتا ہے۔اس لیے اس نے دشمن کی طرف سے صلح کی درخواست کو قبول کر لینے کا حکم دیا ہے۔قرآن کہتا ہے:

وَإِن جَنَحُواْ لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ.(۱۶)

''اگر وہ صلح کے لیے جھکیں تو تم بھی جھک جاؤ اور اللہ پر بھروسہ رکھو کہ وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔''

اب اگر وہ صلح کی خلاف ورزی کریں تو بھی ان سے اچانک جنگ کرنے سے منع کیا گیا ہے اور انہیں جنگ شروع کرنے سے پہلے باخبر کرنے کا حکم دیا گیا ہے کہ اب ہمارے درمیان کا معاہدہ ختم ہو گیا ہے۔جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِن قَوْمٍ خِيَانَةً فَانبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَى سَوَاء إِنَّ اللّهَ لاَ يُحِبُّ الخَائِنِينَ.(۱۷)

''اور اگر کبھی تمہیں کسی قوم سے خیانت کا اندیشہ ہو تو اس کے معاہدے کو اعلانیہ اس کے آگے پھینک دو،یقیناً اللہ خائنوں کو پسند نہیں کرتا۔''

سفراء کے قتل پر روک

اسلام نے سفیروں کو قتل کرنے سے بھی روکا ہے،خواہ وہ کتنا ہی گستاخانہ پیغام لائیں۔مسیلمہ کذاب کا سفیر عبادہ بن الحارث جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپؐ نے فرمایا:

لو لا انک رسول لضربت عنقک.(۱۸)

''اگر تم قاصد نہ ہوتے تو میں تیری گردن مار دیتا۔''

عمومی تباہی و بربادی پر روک

اسلام سے قبل جنگ کے لیے جب فوج نکلتی تو وہ راستے میں آنے والی ہر چیز،مثلاً درخت،پیڑ پودے،فصل اور آبادیوں وغیرہ کو تباہ و برباد کر دیتی تھی۔اسلام نے اس سے منع کیا اور اسے فساد سے تعبیر کیا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَإِذَا تَوَلَّى سَعَى فِي الأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللّٰهُ لاَ يُحِبُّ الفَسَادَ. (۱۹)

''اور جب وہ حاکم بنتا ہے تو کوشش کرتا ہے کہ زمین میں فساد پھیلائے اور فصلوں اور نسلوں کو برباد کرے، مگر اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا ہے۔''

ہاں جنگی مصلحت کے تحت درختوں اور عمارتوں وغیرہ کو تباہ کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ بنی نضیر کے موقع پر کیا تھا۔ اسی طرح جنگ میں 'فریب دہی' کو جائز قرار دیا گیا ہے کیوں کہ اس کی وجہ سے دشمن کی تدبیروں اور منصوبوں کو ناکام بنایا جا سکتا ہے اور جنگ کا خاتمہ جلدی کیا جا سکتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

الحرب خدعة. (۲۰)

''جنگ فریب دہی (چال) ہے۔''

حالتِ غفلت میں دشمن پر حملہ کی ممانعت

اسلام سے قبل دشمنوں پر رات یا رات کے آخری پہر میں غفلت کی حالت میں حملہ کیا جاتا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا اور فرمایا کہ صبح سے پہلے حملہ نہ کیا جائے۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے:

كان اذا جاء قوماً بليل لم يغر عليهم حتىٰ يصبح. (۲۱)

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی دشمن قوم پر رات کے وقت پہنچتے تو جب تک صبح نہ ہو جاتی حملہ نہ کرتے تھے۔''

تکلیف دے کر قتل کرنے پر روک

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کو باندھ کر یا تکلیف دے کر مارنے اور قتل کرنے سے منع فرمایا۔ حضرت ایوب انصاریؓ سے مروی ہے:

ينهىٰ رسول الله صلى الله عليه وسلم عن قتل الصبر. (۲۲)

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قتلِ صبر (باندھ کر مارنے) سے منع فرمایا۔''

مثلہ کرنے کی ممانعت

عرب اور بعض دیگر اقوام جنگ میں دشمنوں کی لاشوں کا مثلہ کیا کرتی تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی لاشوں کی بے حرمتی کرنے اور مثلہ کرنے سے منع کیا۔ مغیرہ بن شعبہؓ سے مروی ہے:

نهىٰ رسول صلى الله عليه وسلم عن المثلة. (۲۳)

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مثلہ (قطع اعضا) سے منع فرمایا۔''

آگ سے جلا کر مارنے پر روک

اسلام سے قبل جنگ میں قیدیوں یا دشمنوں کو آگ میں زندہ جلا دیا جاتا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا۔ ارشادِ نبویؐ ہے:

لا ينبغى ان يعذب بالنار الا رب النار. (۲۴)

''آگ کا عذاب دینا سوائے آگ کے پیدا کرنے والے کے اور کسی کو سزاوار نہیں۔''

قیدیوں کے قتل پر روک

اسلام نے قیدیوں کے ساتھ برا سلوک کرنے، نامناسب سزا دینے اور قتل کرنے سے منع کیا ہے اور حکومت کو اختیار دیا ہے کہ چاہے تو انہیں بلا فدیہ آزاد کر دیا جائے یا فدیہ لے کر آزاد کیا جائے۔ قرآن کہتا ہے:

حَتَّى إِذَا اَثْخَنتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا. (۲۵)

''یہاں تک کہ جب تم انہیں اچھی طرح کچل دو تب قیدیوں کو مضبوط باندھو، اس کے بعد (تمہیں اختیار ہے) یا تو احسان کر کے چھوڑ دو یا فدیہ لے کر، تا آں کہ لڑائی اپنے ہتھیار ڈال دے۔''

اللہ تعالیٰ نے قیدیوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے اور ان کو کھانا کھلانے کو باعثِ نیکی قرار دیا اور اسے مومن کی خوبی بتایا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِيناً وَيَتِيماً وَاَسِيراً. إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيْدُ مِنكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوراً. (۲٦)

''اور وہ مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں، اس کی چاہت کے باوجود اور (اس جذبے کے ساتھ) ہم تمہیں صرف اللہ کی خوشنودی کے لیے کھلاتے ہیں۔ ہم تم سے کسی بدلے اور شکریہ کے طالب نہیں ہیں۔''

اسلام کی طرف سے انسانی حقوق واقدار کی ان بے مثال تعلیمات نے دنیا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں ایک عظیم انقلاب برپا کردیا۔ اس انقلاب کے لیے کل ۱۹ اور بعض روایتوں کے مطابق ۲۷ غزوات (امام بخاریؒ نے غزوات کی تعداد زید بن ارقمؓ کے حوالے سے انیس (۱۹) لکھی ہے۔ (۲۷) اور ۵۴ سرایا اور بعض کے مطابق ۵۶ سرایا ۲ھ سے ۹ھ کے درمیان آٹھ سال کی مدت میں ہوئے۔ اگر ان لڑائیوں کو جارحانہ اور اقدامی تسلیم کرلیا جائے تو بھی ان میں مجموعی طور سے ۹۵۲ مسلمان شہید ہوئے۔ مخالفین کی طرف سے مجموعی طور سے ۷۵۹ افراد قتل کیے گئے اور ۶۵۶۴ قیدی بنائے گئے، جن میں سے ۶۳۴۷ قیدیوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے از راہِ لطف واحسان بلا کسی شرط کے آزاد فرما دیا تھا۔ (۲۸)

اس کے برعکس جنگ عظیم اول ۱۹۱۴ء میں کم وبیش ایک کروڑ انسانوں کا خاتمہ ہوا اور دوسری جنگ عظیم ۱۹۳۹ء میں چھ (۶) کروڑ افراد مارے گئے۔ موجودہ دور میں ۱۹۹۰ء کے بعد سے افغانستان، عراق اور پاکستان میں ہی دہشت گردی کے نام پر ۴ملین (۴۰ لاکھ) مسلمان مارے جاچکے ہیں۔ (۲۹)

اگر اس میں شام، مصر، لیبیا، تیونس اور بعض دیگر ممالک کو شامل کرلیا جائے تو مقتولین کی تعداد ۵ ملین (۵۰ لاکھ) سے تجاوز کر جائے گی۔ لاکھوں عورتوں، بچوں اور بے گناہوں کی تباہی ان کے علاوہ ہے۔ مکانوں، شہروں، ضروریاتِ زندگی اور غذائی سامانوں کی بربادی کا تو تصور ہی نہیں کیا جاسکتا ہے۔ پھر عالم گیر جنگوں کا مقصد توسیعِ سلطنت، حصول اقتدار، خودغرضی، اور اجتماعی ضد اور عصبیت کے سوا کچھ نہیں رہا، اسی وجہ سے ان جنگوں میں انسانی اقدار کا تحفظ نہیں کیا گیا۔ جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا مقصدِ جنگ صرف یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو اخروی عذاب اور دنیا میں ظلم وستم سے محفوظ رکھا جاسکے تاکہ انسانیت کی تذلیل نہ ہونے پائے۔ یقیناً یہ اسلام کا ایک بے مثال کارنامہ ہے۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ مفتی ظفیر الدین، اسلام کا نظامِ امن، قاسمی کتب خانہ، جامع مسجد، جموں توی، کشمیر، اشاعت دوم، ۱۹۹۸ء، صفحہ۹۱

۲۔ /weapons/crs/sgp/www.fas.org//:http

۳۔ Defense-National/topics/atlas/knoema.com//:http

۴۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی، الجہاد فی الاسلام، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی ۲۰۰۷،ء، صفحہ ۵۱

۵۔ القریش:۳-۴	۶۔النساء:۱	۷۔البقرۃ:۲۰۵
۸۔الحجرات:۱۱-۱۲	۹۔البقرۃ:۱۳۱	۱۰۔الممتحنۃ:۸
۱۱۔النساء:۷۵	۱۲۔البقرۃ:۲۵۶	۱۳۔الانفال:۳۹
۱۴۔ترمذی:۱۶۱۷	۱۵۔البقرۃ:۱۹۳	۱۶۔الانفال:۶۱
۱۷۔الانفال:۵۸	۱۸۔ابوداود:۲۶۷۲	۱۹۔البقرۃ:۲۰۵
۲۰۔بخاری:۳۰۲۹	۲۱۔ترمذی:۱۵۵۰	۲۲۔ابوداود:۲۶۸۷
۳۲۔مسند احمد:۱۷۶۸۶	۲۴۔ابوداؤد:۶۲۷۵	۲۵۔محمد:۴
۲۶۔الدھر:۸-۹	۲۷۔بخاری:۳۹۴۹	

(۲۸) قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری، رحمۃ للعالمین، مرکز الحرمین الاسلامی، فیصل آباد، پاکستان، ۲۰۰۷ء، جلد ۲، صفحہ ۴۶۲-۴۶۳

(۲۹) IPPNW)International Physicians for the Prevention of Nuclear War(,Casualty Figures after 10 Years of the"War on Terror"Iraq Afghanistan Pakistan,Washington DC, Berlin, Ottawa-March 2015

●❐●

وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ۔(الحج:۷۸)

''اور جہاد کرو اللہ کے راستہ میں، جس طرح جہاد کا حق ہے۔''

اتحادِ اُمت۔ کیا اور کیسے؟

ضمیر الحسن خاں فلاحی

دین اسلام کا امتیاز یہ ہے کہ یہ فطرت کا دین ہے، فطرتِ انسانی، الفت ومحبت کا نام ہے۔ اسلام کی دعوت وتعلیم بھی یہی ہے، وہ بھی چاہتا ہے کہ انسان منظّم، فعال ومتحرک (Active) اور متحد ہوکر اس کی اقامت واشاعت کا فریضہ انجام دے، اس لیے یہ ہمیشہ جماعت واجتماعیت کی طرف بلاتا ہے۔ مومن، دوسرے مومن سے مل کر ہی سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنتا ہے۔ نیکی اور بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون اور باہمی اشتراک ایک اہم دینی، اخلاقی اور انسانی فریضہ ہے اور تواصی بالحق وتواصی بالصبر ہی دینوی واخروی فلاح کی تنہا ضمانت ہے۔

امت کے موجودہ حالات بھی اسی بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ نفع بخش کوششیں مشترک ومتحد ہوں۔ عظیم کارنامے متحدہ کوششوں کے بغیر انجام نہیں دیے جاسکتے اور فیصلہ کن معرکے کندھے سے کندھا ملا کر اور ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر ہی سر کئے جاسکتے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ کو محبت بھی اپنے ان ہی بندوں سے ہے جو متحد وایک ہوں۔

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهِ صَفّاً كَاَنَّهُم بُنيَانٌ مَّرْصُوص.

(الصّف:۳)

’’اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو محبوب رکھتا ہے جو اس کی راہ میں صف بستہ ہوکر لڑتے ہیں گویا کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں‘‘۔

پھر اتحاد واجتماعیت بھی ایسی کہ اس میں کہیں سے شیطان کے درآنے کی گنجائش نہ ہو، اس لیے نماز تک میں حکم ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر ایسے کھڑے ہوں کہ صفوں کے اندر جگہ خالی نہ رہے۔ آپؐ نے فرمایا:

لاتختلفوا فتختلف قلوبکم(۱)

ایک دوسرے سے اختلاف نہ کیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ اس سے تمہارے دلوں میں ایک دوسرے سے اختلاف پیدا ہو جائے''۔

پوری امت جسد واحد کی طرح ہے

قرآن مجید نے امت کو جس اخوت واتحاد کا درس دیا ہے اس کے تصور کے بغیر دین کا تصور بھی مکمل نہیں ہوتا۔عرب جو ہمیشہ لڑتے تھے، جیسے ہی نورِ ایمان کی شعائیں ان کے دلوں پر پڑیں، کفر کی ساری سیاہیاں ختم ہوگئیں اور آپس میں ایسے شیر وشکر ہوئے کہ ضرب المثل بن گئے۔قرآن مجید نے ان کے اتحاد کی تعریف کی اور فرمایا:

هُوَ الَّذِیٓ اَیَّدَکَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ. وَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ لَوْ اَنفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَیْنَهُمْ (الانفال:۶۲۔۶۳)

''اللہ ہی نے اپنی اور مسلمانوں سے آپ کو طاقت دی اور ان کے دلوں میں الفت پیدا کردی، اگر آپ دنیا وجہان کی تمام دولت بھی لٹا دیتے تو بھی ان کے دلوں میں الفت پیدا نہ ہوتی مگر اللہ نے الفت پیدا کردی''۔

ایمان کی شان یہی ہے کہ اللہ کے جتنے بندے اس کی رسی سے وابستہ ہو جائیں اور اسلام وقرآن کی لڑی میں پرو جائیں وہ ایک جسم وجاں بن جائیں، ان میں سے کسی کی تکلیف، دوسرے کو مضطرب و بے چین کردے، ان کے درمیان کوئی مسلک، کوئی ذات، کوئی برادری، کوئی علاقہ اور کوئی خاندان نہ ہو، سب ایک ہی خاندان، خاندانِ اسلام سے وابستہ ہو جائیں۔

صحابیِ رسولؐ، ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں: ''خون کے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں، احسانات فراموش کردیے جاتے ہیں لیکن ایمان سے زیادہ دلوں کو قریب کرنے والی چیز دیکھنے میں نہیں آئی''۔(۲)

ایمان ہی کی طاقت تھی کہ اوس وخزرج کی پشت ہا پشت کی دشمنیاں اخوت ومحبت میں تبدیل ہوگئیں، جب کہ قرآن پاک کی شہادت یہ ہے کہ زمین وآسمان کے تمام خزانے لٹا کر بھی ان کی نفرتیں ختم نہ ہو پاتیں۔ اس کا اس کے سوا اور کیا مطلب ہو سکتا ہے کہ امت حقیقی ایمان سے لذت نا آشنا ہے۔

اخوت واتحاد کی برکتیں

محبت واتحاد کی اہمیت اس احادیث سے بہ آسانی لگایا جاسکتا ہے:

(۱) بخاری ومسلم (صحیحین) کی روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا: مومن، مومن کے لیے دیوار کے مانند ہے جس کا ایک حصہ دوسرے کو تقویت پہنچاتا ہے۔

المومن للمومن كالبنيان يشد بعضه بعضاً. (۳)

اگر ایک مومن دوسرے مومن کو اپنی قوت نہ سمجھے اور اسے ضائع ہونے کے لیے چھوڑ دے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ خود اپنی کمزوری کا سامان کر رہا ہے۔

(۲) خلیفۂ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا: ''قیامت کے روز خدا کے کچھ بندے ایسے ہوں گے جو نہ نبی ہوں گے نہ شہداء، مگر اللہ کی نگاہ میں ان کی جو قدر ومنزلت ہوگی اسے دیکھ کر انبیاء وشہداء بھی ان پر رشک کریں گے، صحابہ کرامؓ نے پوچھا: وہ کون لوگ ہوں گے؟ ارشاد فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو کسی رشتے ناطے یا کسی دنیوی تعلق کی بنا پر نہیں بلکہ صرف اللہ کی خوشنودی اور اس سے تعلق کی وجہ سے آپس میں محبت کرتے تھے۔''

ایمان ایک مقناطیسی طاقت ہے، اگر انسان کے دل میں ایمان ہے تو وہ لازماً دوسرے کی طرف کھنچتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح ہدایت ہے کہ بھائی بھائی بن کر رہو۔ ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، ایک دوسرے کو نقصان نہ پہنچاؤ، ایک دوسرے سے بغض وکینہ نہ رکھا کرو، آپس میں بے تعلق اور منھ پھیر کر نہ رہو، سب اللہ تعالیٰ کے بندے ہو بھائی بھائی بن کر رہو اور مسلمان اپنے بھائی پر ظلم نہیں کرتا، نہ اسے ذلیل وحقیر سمجھتا ہے اور نہ اسے بے سہارا چھوڑتا ہے، دیکھو! تقویٰ کی جگہ یہ ہے، آپؐ نے اپنے سینۂ اطہر کی طرف اشارہ کر کے تین بار یہ بات فرمائی۔ پھر فرمایا: ''آدمی کے برا ہونے کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے، مسلمان کا خون، اس کا مال اور اس کی عزت دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔ (۴)

ان نبویؐ ہدایات پر عمل کر کے کیا مسلک کی دوریاں باقی رہ سکتی ہیں؟ کیا ایمانی اخوت میں جغرافیہ رکاوٹ بن سکتا ہے؟ کیا ذات وبرادری کی تفریق باقی رہ سکتی ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ سب مسلمان ہوں گے اور ایک ہوں گے۔

اسلامی اخوت کی حفاظت، نماز روزے سے بڑھ کر ہے

بعض روایات سے تو یہاں تک پتہ چلتا ہے کہ ایمانی اخوت ومحبت اور اس کی بقا وتحفظ نماز اور روزے سے بھی بڑھ کر ہے۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں تمہیں ایسا عمل نہ بتاؤں جو روزوں اور صدقہ وخیرات اور نماز سے بھی افضل ہے؟ ہم نے عرض کیا کیوں نہیں، (ایسی بات تو ضرور ارشاد فرمایئے)۔ آپؐ نے فرمایا: وہ عمل باہمی تعلقات کی اصلاح ہے، (اصلاح باہم ہے) تعلقات کا فساد، صفایا کردینے والی چیز ہے۔'' (۵)

حضرت زبیرؓ کی روایت میں مزید صراحت ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ''تمہارے اندر گزشتہ قوموں جیسی بیماری درآئی ہے، حسد اور باہمی عداوت ودشمنی صفایا کردینے والی چیز ہے، میں بالوں کے صفایا کردینے کی بات نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ یہ دین کا صفایا کردیتی ہے'' ۔ (۶)

حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

عن ابی الدرداءؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "الاأُخيركم بأفضل من درجة الصيام والصدقة والصلوٰة؟ قال، قلنا: بلیٰ، قال: اصلاح ذات البين، وفسادذات البين هی الحالقة"، وعن الزبيرؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "دب اليكم داء الأمم قبلكم الحسد والبغضاء هی الحالقة، لا اقوال: تحلق الشعر ولكن تحلق الدين".

کون صاحب ایمان نہیں جانتا کہ نماز وروزہ اسلام کے رکن رکین ہیں، مگر رسول ﷺ نے مسلمانوں کے باہمی تعلقات کی درستگی کو ان بنیادی ارکان اسلام سے بھی افضل قرار دیا اور وجہ یہ بیان فرمائی کہ باہمی بگاڑ و اختلاف، پورے بناء دین کو اکھاڑ دینے والی چیز ہے، آپس کی نفرت وعداوت اور بغض وکینہ دین اور تقاضائے دین پر غالب آکر مسلم امت کی ایک ایک چیز پر قبضہ جما لیتے ہیں۔

اصلاح باہم کی اس سے بڑھ کر اور کیا اہمیت ہوسکتی ہے کہ اس کی خاطر خدا کے رسولؐ نے نماز جیسی عبادت میں تاخیر گوارا فرمائی۔

روایتوں میں آتا ہے کہ ایک موقع پر قبیلہ عمرو بن عوف میں جھگڑا ہوگیا، آپؐ اپنے چند اصحاب کے ساتھ

تشریف لے گئے، معاملے کو رفع دفع کرنے میں تاخیر ہوگئی کہ نماز (عصر) کا وقت ہوگیا۔مؤذن رسولؐ حضرت بلالؓ،صدیق اکبرؓ کے پاس آئے اور کہا کہ آنحضور ﷺ کو دیر ہوگئی ہے،نماز کا وقت ہو چکا ہے، کیوں نہ آپؓ نماز پڑھا دیں،حضرت صدیق اکبرؓ تیار ہوگئے چنانچہ حضرت بلالؓ نے اقامت کہی اور حضرت صدیق اکبرؓ آگے بڑھ گئے۔تکبیر کہتے ہی آپؐ تشریف لے آئے اور صف میں کھڑے ہوگئے۔لوگ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو آپؐ کی آمد کی اطلاع دینے کے لیے تالیاں بجانے لگے،حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جیسے ہی محسوس کیا کہ آپؐ تشریف لا چکے ہیں تو آپؐ کے اشارہ کرنے کے باوجود الحمدللہ کہتے ہوئے پیچھے آکر صف میں شامل ہوگئے اور آنحضرت ﷺ آگے بڑھ کر صف میں شامل ہوگئے اور آنحضرتؐ نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔فراغت کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ کی طرف توجہ کی اور فرمایا: ابوبکر جب میں نے اشارہ کیا تھا تو تم نماز کیوں نہیں پڑھاتے رہے،صدیق اکبرؓ نے عرض کیا: ابوقحافہ کے بیٹے کی کیا مجال کہ اللہ کے رسولؐ کے ہوتے ہوئے وہ لوگوں کی امامت کرے۔

پورے واقعے کو غور سے دیکھنے سے لگتا ہے کہ آپؐ کو معمولی تاخیر نہیں ہوئی تھی کہ صحابہ کرامؓ بے چین ہوگئے بلکہ غیر معمولی تاخیر ہوئی ہوگی، وہ شخص جو منع کرنے کے باوجود مصلّٰی سے پیچھے ہٹ گیا،تھوڑی بہت تاخیر کی وجہ سے مصلی رسولؐ پر کھڑا نہیں ہوسکتا، مطلب یہ ہے کہ آپؐ کی نگاہ میں باہمی نزاع اور اصلاح ذات بین کی اس قدر اہمیت تھی کہ اس کے مقابلے میں نماز میں تاخیر گوارہ کرلی۔

قرآنی ہدایت اور ایمانی بصیرت تھی کہ ایک موقع پر اوس اور خزرج جن کی دشمنیاں مشہور ہیں، ایمان لانے کے بعد جب ایمان کی حرارت نے ان کے دلوں کو پگھلا کر ایک دوسرے سے جوڑ دیا، ایک دن دونوں قبیلوں کے لوگ ایک جگہ بیٹھے تھے کہ خزرج کے ایک آدمی نے ایک شعر پڑھا جس میں اوس کی ہجو تھی، پلٹ کر اس نے بھی خزرج کی ہجو میں شعر پڑھا، بڑھتے بڑھتے سلسلہ یہاں تک پہنچ گیا کہ تلواریں نکل آئیں، آپؐ کو جیسے ہی خبر ہوئی فوراً وہاں پہنچے اور یہ آیتیں تلاوت فرمائیں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ اتَّقُواْ اللّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلاَ تَمُوتُنَّ إِلاَّ وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ. وَاعْتَصِمُواْ بِحَبْلِ اللّهِ جَمِيعاً وَلاَ تَفَرَّقُواْ وَاذْكُرُواْ نِعْمَتَ اللّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاء فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَاناً وَكُنتُمْ عَلَىَ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنقَذَكُم مِّنْهَا كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ.
(آل عمران: ۱۰۲۔۱۰۳)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔ اللہ کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ مل کر پکڑ لو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔ یاد کرو اللہ کے انعام کو کہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، اس نے تمہارے دلوں میں الفت و محبت پیدا کر دی اور تم اس کی نعمت/فضل سے بھائی بھائی ہوگئے، تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر پہنچ چکے تھے، اللہ نے تمہیں اس سے بچا لیا، اس طرح اللہ تم کو اپنی نشانیاں بتاتا ہے تاکہ تم ہدایت پر رہو''۔

زبان مبارک سے یہ آیات سنتے ہی انھوں نے تلواریں زمین پر پھینک دیں اور باہم گلے مل کر خوب روئے۔ روایت میں ہے کہ انہیں اپنے ہتھیاروں سے وحشت ہوگئی اور پھینک دیے۔ (۷)

قرآن پاک اور نبی رحمتؐ نے بنائے امت کو جن بنیادوں پر استوار کیا تھا ان کی رو سے علاقائیت، قومیت، برادریاں تمام رشتے تحلیل ہوکر ''ان هٰذهٖ امتكم امة واحدة وانا ربكم فاعبدون'' کی ناقابل تسخیر وحدت میں ضم ہوگئے اور لازوال ہوگئے۔

یہاں یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ لفظ ''اُمت'' جس طرح کسی قوم اور جماعت کے لیے استعمال ہوتا ہے اسی طرح ایک طریقہ وروش کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے گویا جب بہت سے افراد مل کر ایک قوم ہو جائیں تو ان سب کے طور طریق اور روش بھی ایک ہونا چاہیے۔ مگر امت کی بدقسمتی ہے کہ اپنے ان فانوسوں کو ریزہ ریزہ کر کے اور اپنی ان روشن قندیلوں کو گل کر کے دشمن کے مدھم اور ٹمٹماتے ہوئے دلوں کو روشن کر رہی ہے اور اپنی بربادی کا سامان کر رہی ہے۔ **اللھم اھد قومی فانھم لایعلمون۔**

دلوں کا ٹکراؤ شیطان کا مرغوب ترین مشغلہ ہے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شیطان سمندر کے اوپر اپنا دربار لگاتا ہے اور ہر طرف اپنے وفود روانہ کرتا ہے جو انسانوں کو فتنوں میں مبتلا کرتے ہیں۔ پس اس کا سب سے قریبی و چہیتا وہ قرار پاتا ہے جس کا فتنہ سب سے بڑا ہوتا ہے، ان میں سے ایک آتا ہے اور کہتا ہے کہ آج میں نے یہ یہ کیا، وہ کہتا ہے کہ تم نے کچھ بھی نہیں کیا، دوسرا کہتا ہے کہ میں نے فلاں کا پیچھا اس وقت تک کیا کہ اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان پھوٹ ڈلوا دی، وہ اسے قریب کرتا ہے اور سینے سے لگا لیتا ہے اور کہتا ہے: شاباش، تیرا کیا کہنا! دوسری روایت میں یہ صراحت بھی مذکور ہے کہ شیطان اس بات سے تو مایوس

ہو چکا ہے کہ نماز پڑھنے والی امت، اللہ کی بندگی چھوڑ کر اس کی پرستش کرنے لگے، ہاں، وہ اسے لڑانے بھڑانے کے سلسلے میں ضرور پرامید ہے۔

شیطان کے اسی پھندے سے بچنے کی خاطر اسلام نے اپنے ماننے والوں کو تعلیم دی کہ جب بھی آپس میں تلخی اور سخت کلامی کی نوبت آئے، چاہیے کہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ پڑھ کر خاموش ہو جائے، پانی پی لے، بیٹھ جائے اور وہاں سے ہٹ جائے وغیرہ۔

ایک موقع پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا: تین باتیں ہیں اور ان میں سے ہر ایک شدنی ہے: (۱) کوئی بندہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ کوئی اس پر ظلم کرے اور وہ اللہ کے لیے معاف کر دے اور اللہ تعالیٰ غیب سے اس کی مدد کے اسباب فراہم نہ کرے۔ (۲) کبھی ایسا نہیں ہوا کہ بندہ نے اللہ کے لئے خرچ کیا ہو جس سے اس کا مقصد بندوں کے حقوق ادا کرنا ہو اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے خیر و برکت میں اضافہ نہ کیا ہو۔ (۳) اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی نے مخلوق سے سوال کیا ہو جس سے اس کا مقصد اپنی ضرورت کی تکمیل ہو اور اللہ نے اس کے حق میں کمی و بے برکتی نہ لکھ دی ہو۔ (۸)

بغض و کینہ سے اجتناب کیجئے

دین اسلام نے دلوں سے تمام مسلکی، جماعتی، علاقائی، نسبی غرض ہر طرح کے تعصب کو ختم کرنے کا مکمل اہتمام کیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ جاہلی عصبیت اور بغض و حسد، اللہ کی مغفرت کے حصول میں بھی رکاوٹ ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ ایک جلیل القدر صحابی ہیں۔ ان سے ایک واقعہ منقول ہے کہ ایک دن یہ لوگ اللہ کے رسولؐ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، آپؐ نے فرمایا: ابھی تمہارے درمیان ایک جنتی آنے والا ہے، اتنے میں ایک انصاری صحابی آئے جن کی داڑھی بھیگی ہوئی تھی، ہاتھ میں چپل تھی، وہ آئے اور کچھ دیر کے بعد (غالباً نماز پڑھ کر) چلے گئے۔

دوسرے دن پھر آپؐ نے وہی بات ارشاد فرمائی اور پھر وہی انصاری آئے اور چلے گئے۔ تیسرے دن بھی ایسا ہی ہوا، جب مجلس نبویؐ برخاست ہوگئی تو عبداللہ بن عمرؓ ان کے پیچھے پیچھے گئے اور ان سے مہمان بننے کی درخواست کی، چنانچہ وہ ان کے یہاں تین دن تک ٹھہرے رہے اور یہ پتہ لگانے کی کوشش کرتے رہے کہ آخر کس وجہ سے اللہ کے رسولؐ نے ان کو جنتی بتایا تھا۔ تلاش کے باوجود انہیں ان کی زندگی میں کوئی ایسا عمل نظر

نہیں آیا۔ جب واپس ہونے لگے تو ان انصاری صحابیؓ نے بلایا اور کہا کہ جو کچھ تم نے دیکھا ہے میں ویسا ہی ہوں، البتہ میں کسی مسلمان کے تئیں اپنے دل میں کوئی کینہ، تعصب اور کدورت نہیں رکھتا اور نہ کسی سے جلتا ہوں۔ یہ سن کر ابن عمرؓ نے کہا کہ اس چیز نے تم کو اس مقام بلند تک پہنچایا ہے۔

بزار و ابن عساکر وغیرہ نے ان صحابی کا نام حضرت محمد بن ابی وقاصؓ بتایا ہے۔ یہ وہ جلیل القدر صحابی رسولؐ جو عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں یعنی ان صحابہ کرامؓ میں سے ہیں جن کے جنتی ہونے کی بشارت سید المرسلین ورحمت للعالمینؐ کی زبان مبارک سے دنیا ہی میں سنادی گئی تھی۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ دین اسلام میں باہمی اخوت ومحبت کی کس قدر اہمیت ہے۔ وہ چیزیں جو اس مقدس رشتۂ ایمانی کی راہ میں حائل ہوسکتی ہیں، اسلام نے ان پر کیسی قدغنیں لگائی ہیں اور مسلم معاشرے سے کس طرح ان چیزوں کو ختم کرنے کی سعی مشکور کی ہے ان روشن ہدایات وتعلیمات کی روشنی میں امت اپنا جائزہ لے اور دیکھے کہ وہ اپنے دعوئ ایمان میں کتنی مخلص ہے، ایک طرف ہادئ اعظمؐ کے پیش کردہ یہ اصول اور دوسری طرف ہمارا طرز فکر وعمل — پھر بھی ہمیں فخر ہے ؎

کچھ بھی ہیں لیکن تیرے محبوب کی امت میں ہیں!

اللہ ہمیں توفیق دے۔ آمین!

حواشی ومراجع

۱۔ ابوداؤد، کتاب الصلوٰۃ فی تسویۃ الصوف۔ ۶۷۵

۲. ابن کثیر ۲/ ۶۲۴

۳۔ مسلم، البر والصلۃ: ۶۵۸۵

۴۔ ترمذی: ۱۹۲۷، مسلم: ۶۵۴۱

۵۔ ترمذی: ۲۵۰۹۔ ابوداؤد: ۴۹۱۹

۶۔ ترمذی، قیامہ ۹۰۵۲، مسند احمد بن حنبل ۱/ ۵۶۱

۷۔ المعجم الاوسط، طبرانی ۱/ ۶۱۲

۸۔ الترغیب والترہیب ۱/ ۱۸۵

گزارش

حیات نو کو ڈاک کے نظام کے تحت لانے کی کوشش جاری ہے۔ان شاءاللہ اس بات کی پوری کوشش کی جارہی ہے کہ آپ کو وقت پر اور پابندی کے ساتھ پرچہ موصول ہو۔

مجلّہ اس وقت شدید خسارے میں ہے۔آپ خود بھی اس کے سالانہ خریدار بنیں اور دیگر احباب کو بھی اس جانب متوجہ کریں۔

قانونی رکاوٹوں کی وجہ سے حیات نو کا کوئی بینک اکاؤنٹ نہیں ہے۔ فی الحال درج ذیل اکاؤنٹ میں اپنا سالانہ خریداری تعاون جمع کر کے درج ذیل واٹس اپ نمبر پر مکمل تفصیلات کی اطلاع دینے کی زحمت کریں۔ان شاءاللہ رسید ای میل یا واٹس اپ کے ذریعہ آپ تک پہنچادی جائے گی۔اکاؤنٹ کی تفصیل درج ذیل ہے:

Name:Abdul Hakim Mojahid
Bank: Union Bank of India
A.C No:584502010009509
IFSC:UBIN0558451
Branch:Jamia Nagar

مزید معلومات کے لیے درج ذیل ای میل اور موبائل نمبر پر رابطہ کریں:

ای میل:jareedahayatenau@gmail.com

موبائل:7011838453

[ادارہ]

شاہین باغ

احسان الحق عارف آئمی

ہے خدا کی اک عطائے بے بہا شاہین باغ　　دل نواز و دل ربا و دل کشا شاہین باغ
بن گیا ہے قبلۂ اہلِ وفا شاہین باغ　　دے رہا ہے سب کو منزل کا پتا شاہین باغ
ہندو، مسلم، سکھ سب ہیں اس کی زلفوں کے اسیر　　مل گیا ہے ان کو ایسا دل ربا شاہین باغ
بچہ بچہ کہہ رہا ہے آج ہندستان کا　　ظلم کے ماروں کا ہے اک آسرا شاہین باغ
ظالموں کی دنیا اب ہونے کو ہے زیر و زبر　　کر رہا ہے ہر جگہ محشر بپا شاہین باغ
سی اے اے این آر سی لاگو نہیں ہو گا کبھی　　جلد ہی کر دے گا ان سب کو فنا شاہین باغ
خاتمہ جب ہو گا ظلم و جبر کا اس دیش سے　　بول اٹھے گا سارا عالم مرحبا شاہین باغ
شکر ہے اللہ کا دور تن آسانی میں بھی　　پیکرِ صبر و عزیمت ہے بنا شاہین باغ
سارے ہی شاہین باغوں کو ہو عارف کا سلام　　ہے سرِ فہرست جن میں دلی کا شاہین باغ

آپ کے خطوط

مدیرمحترم!   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بالترتیب دوخصوصی شماروں کے بعد دسمبر ۲۰۱۹ء کا’جریدہ حیات نو‘ نظرنواز ہوا۔خوشی ہوئی کہ اس بار کا اداریہ’’ دعوت دین : بھارتی مسلمانوں کا واحد منشور‘‘ ثقیل الفاظ اور پیچیدہ عبارتوں کے بجائے عام فہم تھا۔فاضل مدیر نے لکھا ہے:’’مسلمانوں کی سب سے بڑی شقاوت یہ ہوگی کہ جس دین متین کے طفیل وہ جہنم سے نجات پا سکتے ہیں‘ اسے دیگر ملتوں: ہندوؤں ،عیسائیوں ، بودھوں ، جینیوں اورسکھوں تک پہنچانے کی فکر ترک کردیں یا اس کام کو بادمخالف یا غیرمسلموں کی شدت پسندی ، یا کسی موہوم خطرے کی وجہ سے موقوف کردیں‘‘۔میرا خیال ہے کہ غیرمسلموں کو بالعموم شدت پسندنہیں کہا جاسکتا، ہاں یہ بات درست ہے کہ اُن میں خاصی بڑی تعداد شدت پسندوں کی بھی ہے۔

’’افادات جلیل احسن ندویؒ‘‘ کا سلسلہ بڑا مبارک اورقرآن فہمی کے لیے انتہائی مفید ہے جسے مستقل جاری رہنا چاہیے۔علاوہ ازیں مولانا موصوف کے انتہائی قیمتی مضامین اورعلمی تحریریں ماہنامہ زندگی ،تجلی اور سہ روزہ دعوت، دہلی کی فائلوں میں دفن ہیں جن کو دوبارہ شائع کرنے کی فکر ہونی چاہیے۔اسلامک اسٹڈیز یا دینیات کے شعبوں میں مولانا جلیل احسن ندویؒ کی حیات وخدمات پر باضابطہ پی ایچ ڈی کا مقالہ بھی لکھا جاسکتا ہے۔کیا ہی اچھا ہوتا کہ انجمن طلبۂ قدیم یا جامعۃ الفلاح کی جانب سے مولانا جلیل احسن ندویؒ پر ایک دوروزہ سمینار کے انعقاد کا فیصلہ کیا جاتا، تاکہ تحریک اسلامی سے وابستہ اس صف اول کے عالم اوربطل جلیل کے نظریات سے دنیا متعارف ہوتی اوران کے قرآنی افکار سے استفادہ آسان ہوجاتا۔

’جریدہ حیات نو‘ کے لیے ISSN نمبر کے حصول کے لیے کوشش ضرور کی جانی چاہیے۔

والسلام

نعمان بدرفلاحی

ریسرچ اسکالر، شعبۂ عربی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

جامعہ کے لیل ونہار

مولانا مصباح الباری فلاحی

مولانا عبدالحسیب اصلاحی کا انتقال پُر ملال

بزرگ تحریکی رہ نما، معروف عالم دین اور جامعۃ الفلاح کے سابق مہتمم تعلیم وتربیت مولانا عبدالحسیب اصلاحی ۲۵ رفروری ۲۰۲۰ء بعد نماز ظہر ہمارے درمیان سے رخصت ہوگئے۔ خوداعتمادی، قناعت، شائستگی، شیریں بیانی، اپنے کام خود کرنے کی عادت، سادگی کے ساتھ سلیقہ مندی، نرمی کے ساتھ اصول پسندی اور نرم خوئی اور عاجزی کے ساتھ انتظامی امور کی مضبوط ادائیگی ان کے خاص اوصاف تھے۔ جامعۃ الفلاح کی تعمیر و ترقی میں ان کا لازوال کردار رہا ہے اور جامعہ سے ان کی مثالی محبت سے ہر فرد واقف ہے۔

مولانا محترم کے انتقال پر صدر انجمن جناب مشرف حسین فلاحی صاحب نے اپنے غم کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ مولانا مرحوم میرے مشفق استاد تھے، ان سے میں نے اپنی زندگی میں بہت کچھ سیکھا ہے۔ ان کی عظمت کردار نے مجھے بہت متاثر کیا ہے۔ وہ علم وادب کے شیدائی ہونے کے ساتھ فکرِ فراہیؒ اور فکرِ مودودیؒ کے علم بردار تھے۔

سکریٹری انجمن جناب مولانا انعام اللہ فلاحی نے مولانا مرحوم کے متعلق اپنے گہرے دکھ کا اظہار کیا کہ جامعۃ الفلاح کی تعمیر وترقی میں مرحوم کا جو کردار رہا ہے وہ قابل تقلید ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قربانیوں کو شرف قبولیت بخشے۔ آمین

مولانا عبدالحسیب اصلاحیؒ کے انتقال سے صرف ان کے ورثا ہی غم میں مبتلا نہیں ہیں بلکہ تمام فارغین جامعہ اور وابستگانِ جامعہ بھی سوگ میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی خدماتِ عالیہ کو قبول فرمائے، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ تمام فلاحی برادران کو ان کی نصیحتوں اور دروس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق دے۔ آمین

تقریب یوم جمہوریہ

۲۶؍جنوری ۲۰۲۰ء بروز یکشنبہ ابواللیث ہال میں تقریب یوم جمہوریہ کے عنوان پر ایک پروگرام منعقد ہوا۔اس پروگرام کے مہمان خصوصی ضلع مجسٹریٹ اعظم گڑھ جناب ناگیندر پرسادسنگھ (آئی اے ایس) تھے۔

تلاوتِ قرآن سے پروگرام کا آغاز ہوا۔التمش الماحی (عربی دوم) اور محمد علی (عربی دوم) نے ترانہ ملی پیش کیا۔

سابق ناظم جامعہ جناب مولانا محمد طاہر مدنی صاحب نے مہمانوں کا استقبال کرتے ہوئے فرمایا کہ ۲۶؍جنوی ۱۹۵۰ءکو آئین کے نفاذ کا دن ہے۔جامعۃ الفلاح جدید وقدیم علوم کا سنگم ہے۔جامعہ کے فارغین مختلف میدانوں میں اپنی خدمات انجام دے رہے ہیں اور جامعہ نے طلبہ کے ساتھ ساتھ طالبات کا ایک اہم شعبہ قائم کیا ہے تا کہ سماج کی خدمت کی جاسکے۔جامعہ اتحاد، بھائی چارگی کا علمبردار ہے۔جامعہ کے فارغین ہندوستان کے علاوہ بیرونِ ملک میں بھی اپنی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ہندوستان کا دستور ایک بہترین دستور ہے جس میں ہر ایک کے لیے انصاف، بھائی چارگی اور مساوات ہے۔لیکن اس دستور کے ساتھ بہت سے چیلنجز ہیں، اس ملک میں دستور کو بدلنے کی باتیں بھی ہورہی ہیں، لیکن وہیں یہ بھی ہے کہ اس ملک میں ایک قانون بنا جس کی وجہ سے پورے ملک میں احتجاج ہو رہے ہیں۔آسام سے گجرات اور دہلی سے کیرلا تک پروٹیسٹ ہو رہے ہیں۔CAA قانون دستور کی دفعہ 14 اور 15 کے خلاف ہے۔حکومت مظاہرین کے درد کو سنے اور ایسے ہی NRC کے سلسلے میں بہت سے خدشات ہیں، آسام میں جو ہوا اس سے ایک بے چینی کی کیفیت پورے ملک میں ہے اور NPR کے سلسلے میں خطرات لاحق ہیں، اس لیے ہم حکومت تک یہ بات پہنچانا چاہتے ہیں تا کہ ملک میں امن اور بھائی چارگی قائم ہو سکے۔

جناب محمد عارف نسیم صاحب نے مہمانوں کا تعارف کرایا اور اس کے بعد تمام مہمانوں کی خدمت میں شال اور مومنٹو پیش کیا گیا۔اس کے بعد طلبہ نے اپنے احساسات کا مظاہرہ کیا۔مرزا محمد عاطف (عربی چہارم)، مجتبیٰ اللہ (عربی سوم)، فیصل قمر اعظمی (عربی سوم) نے بالترتیب عربی، اردو اور ہندی زبان میں تقاریر پیش کیں۔

جناب محمد اکمل خان (ایس پی) صاحب نے اپنی گفتگو میں فرمایا کہ ۲۶؍جنوری ۱۹۵۰ء میں ہندوستان میں آئین کا نفاذ ہوا۔ہم کیسے شخص سے شخصیت میں تبدیل ہوتے ہیں اس کے کچھ فرائض ہیں، ہمیں اپنے حقوق یاد رہتے ہیں لیکن اپنے فرائض یاد نہیں رہتے ہیں۔مثلاً ۶؍سال سے ۱۴؍سال تک تعلیم مفت ہے، لیکن

فرائض والدین کے ہیں کہ تعلیم کے لیے بندوبست کریں۔ آپ سائنسی مزاج پیدا کریں اچھے بننے کی کوئی حد نہیں ہے، اس لیے ریگولر علم حاصل کریں، لگاتار مطالعہ کرتے رہیں، نئے نئے انکشافات کو سامنے لائیں۔ مسعود، البیرونی، عمر خیام، غزالی، ادریسی وغیرہ کی تاریخ پڑھیے۔ عربوں کے راز کو جب مغرب کے لوگوں نے سمجھ لیا تو ان کا دنیا میں سکہ جم گیا۔ اس لیے آپ دل سے تعلیم حاصل کریں اور کسی فن میں مہارت پیدا کریں اور اپنے علم میں اضافہ کریں۔

جناب یوگیندر پرساد سنگھ (آئی اے ایس) صاحب نے اپنی گفتگو میں فرمایا کہ اس ملک کے لیے سبھی مذاہب کے لوگوں نے اپنی اپنی قربانیاں دی تھیں۔ انگریزوں کو جب لگا کہ ہمارا یہاں رہنا اب مشکل ہے تو انھوں نے اس کو بانٹ دیا۔ مسلمانوں اور ہندوؤں کو دھرم کی بنیاد پر بانٹ دیا اور پھر جب یہ لگا کہ ہندو ایک ہو سکتے ہیں تو انھوں نے ذات کی بنیاد پر ہندوؤں کو بانٹا۔ مہمان مقرر نے کہا کہ میں نے قرآن اور گیتا پڑھا اگر کھان پان اور عبادت کو چھوڑ دو تو معلوم ہوگا کہ یہ دونوں کتابیں انسانوں کو انسان بناتی ہیں۔ اسلام لفظ کی ابتدا ہی امن سے ہوتی ہے اور اسلام میں جہاد آخری حد ہے۔ جو دھرم اللہ کو طاقتور مانتا ہے اس میں دہشت گردی نہیں ہوسکتی ہے۔ سارے دھرموں میں رحم دلی کی بات ہوتی ہے۔ مذاہب حیوانیت سے پاک ہوتے ہیں۔ NCR سے ہمیں ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ سپریم کورٹ میں جو عرضیاں داخل ہیں ان میں سے اکثر CAA کے خلاف غیر مسلموں کی ہیں۔ آخر میں مہمان نے گزارش کی کہ اگر آپ کے پاس سوالات ہوں تو ہم آپ سے تاریخ کے حوالے سے بات کریں گے اور ہم اپنا وقت آپ کو دیں گے۔

ناظم جامعہ جناب مولانا رحمت اللہ اثری فلاحی صاحب نے اپنی گفتگو میں فرمایا کہ مہمان نے اپنے کو مہمان نہیں بلکہ گھر کے ایک فرد ہونے کی بات کہی ہے، ہم اس پر ان کو مبارک باد پیش کرتے ہیں۔ قرآن میں طالوت و جالوت کا واقعہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ جس کے پاس علم و ہنر ہوگا وہی حکومت سے سرفراز ہوگا۔ پھر آپ نے دستور ہند کی تمہید میں جو باتیں ہیں اس کو اردو میں ترجمہ کر کے پیش کیا۔

اس پروگرام میں شرکت کرنے والے خاص شرکاء یہ تھے:

(۱) شری ناگیندر پرساد سنگھ (ڈی ایم)

(۲) جناب محمد اکمل خان (ڈپٹی ایس پی)

(۳) جناب طارق محمد صاحب (ایس پی ٹریفک)

(۴) جناب بدر عالم صدیقی صاحب

(۵) ڈاکٹر عطاء الرحمٰن انور فلاحی (اسسٹنٹ ڈائریکٹر اندرا گاندھی نیشنل اوپن یونیورسٹی)

(٦) ڈاکٹر حافظ محمود عبدالرب مرزا فلاحی (معاون پروفیسر شعبہ عربی وفارسی الٰہ آباد یونیورسٹی)

(۷) ابوبکر سباق (ایڈوکیٹ ہائی کورٹ دہلی وسماجی کارکن)

(۸) ڈاکٹر حفیظ الرحمٰن فلاحی (ریسرچ اسکالر، ڈپارٹمنٹ آف پلاننگ اقوام متحدہ)

(۱۰) ڈاکٹر افضال احمد فلاحی (ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ تعلیمات شبلی نیشنل کالج)

(۱۱) ڈاکٹر جرار احمد فلاحی (ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ تعلیمات، شبلی نیشنل کالج)

(۱۲) ڈاکٹر ابوسفیان فلاحی (ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ قانون، شبلی نیشنل کالج)

کلماتِ تشکر جناب مولانا انیس احمد مدنی (معاون مہتمم) نے پیش کیے اور نظامت کے فرائض بھی انجام دیے۔

الفلاح اسپتال میں مفت طبی کیمپ

۲٦ر جنوری ۲۰۲۰ء بروز یکشنبہ جامعہ کے 'الفلاح اسپتال' میں احمر آفاق اور عزیز الرحمٰن فلاحی کے تعاون سے مفت طبی کیمپ کا انعقاد کیا گیا، جس کا افتتاح جناب ابوبکر سباق (ایڈوکیٹ دہلی ہائی کورٹ) نے فیتہ کاٹ کر کیا، جس میں بچوں کو مفت ٹیکے لگائے گئے۔ بچوں کی سانس کی بیماری کا چیک اپ کیا گیا اور دوا دی گئی۔ اس کے علاوہ مختلف قسم کے امراض کی جانچ کی گئیں اور دوائیں دی گئیں۔ اس کیمپ میں کل ۱۳۰۰ر مریضوں کا مفت چیک اپ کیا گیا اور دوائیں دی گئیں۔

اس موقع پر ماہر ڈاکٹروں نے اپنی خدمات پیش کیں، ان میں ماہر ہڈی ڈاکٹر جاوید اختر، فرحان احمد، سرجن ڈاکٹر طارق شمشاد، ڈاکٹر محمد رضا، ماہر اطفال ڈاکٹر ابوزید، ڈاکٹر ضرار احمد، ماہر دماغ ڈاکٹر محمد دانش، ماہر جلد ڈاکٹر ندیم احمد، ماہر امراض نسواں ڈاکٹر ماریہ عثمانی، ڈاکٹر رہنما خاں، ڈاکٹر مریم ندیم، ڈاکٹر شبنم طارق، ماہر امراض چشم ڈاکٹر انکت راج، ڈاکٹر محمد شعیب، ماہر شوگر وتھائی رائڈ ڈاکٹر شہاب الدین، ڈاکٹر آصف خاں، ماہر دانت ڈاکٹر کمال الدین، ڈاکٹر نمرہ، ڈاکٹر سندیپ پانڈے، ڈاکٹر جے پی پانڈے، سمپت، ڈاکٹر محمد عارف، ڈاکٹر اسرار، ڈاکٹر زبیر احمد، ڈاکٹر محمد اسلم، ڈاکٹر محمد اشرف، ڈاکٹر ماجد، آصف اعظمی، نورالاسلام، ضیغم علی، فیاض احمد کے علاوہ متعدد حضرات نے مختلف خدمات انجام دیں اور جامعہ کے طلبہ نے بھی بھرپور تعاون کیا۔

تقریب تقسیم انعامات

۸؍فروری ۲۰۲۰ء بروز شنبہ ابواللیث ہال میں ایک تقریب تقسیم انعامات ادارہ دعوۃ القرآن (لکھنؤ) کی جانب سے منعقد ہوئی۔ جناب ڈاکٹر سکندر علی اصلاحی صاحب نے افتتاحی گفتگو میں فرمایا کہ یہ جو وقت ہمیں ملا ہے زندگی میں ایسا وقت دوبارہ نہیں ملے گا۔ اس لیے وقت کی قدر کیجیے اور خوب مطالعہ کیجیے۔

اس مسابقہ میں مندرجہ طلبہ کو انعامات سے نوازا گیا:

دوسرا گروپ:	محمد عاطف عبدالمنان	عربی پنجم	اول پوزیشن
	ابوفضیل		″ ″ تشجیعی
	مجیب الرحمٰن		″ ″ ″
تیسرا گروپ:	ابرارالحق	عربی دوم	دوم پوزیشن
	شمیم احمد		″ ″ تشجیعی
چوتھا گروپ:	محمد شاہد انور سمیع اللہ	عربی اول	سوم پوزیشن
	محمد عمار نور عالم		″ ″ تشجیعی
	عبداللہ شمس الضحیٰ		″ ″ ″

اساتذہ کرام کے بدست مسابقہ میں شریک تمام طلبہ کو انعامات سے نوازا گیا۔ شریک طلبہ کو شیلڈ، سند اور کتابیں بطور انعام دی گئیں۔

جمعیۃ الطلبہ کے سالانہ مسابقے

اس سال جمعیۃ الطلبہ کے سالانہ تحریری وتقریری مسابقے ماہ نومبر و دسمبر میں منعقد ہوئے اور ماہ جنوری میں ایک ساتھ رزلٹ کا اعلان کیا گیا۔ جس کی تفصیلات اس طرح ہے:

اردو تحریری مسابقہ (درجات عالمیت وفضیلت)

(۱)	اسامہ احسن	عربی پنجم (ب)	اول پوزیشن
(۲)	محمد عاصم	عربی چہارم (الف)	دوم پوزیشن
(۳)	محمد زید	عربی چہارم (الف)	سوم پوزیشن

عربی اول تا عربی سوم

(۱)	محمد ادیب شفیق	عربی سوم (ب)	اول پوزیشن
(۲)	محمد مدثر	عربی سوم (ب)	دوم پوزیشن
(۳)	منہاج اسعد	عربی سوم (الف)	سوم پوزیشن

حفظ وثانوی

(۱)	ریان عارف	حفظ، ہشتم	اول پوزیشن
(۲)	رہبر آزاد	حفظ، ہفتم	دوم پوزیشن
(۳)	ارمغان خان	حفظ، ہفتم	سوم پوزیشن

ہندی تحریری مسابقہ (عربی اول تا عربی سوم)

(۱)	محمد نادر	عربی اول	اول پوزیشن
(۲)	محمد فرقان	عربی دوم (ج)	دوم پوزیشن
(۳)	ہاشم شیروانی	عربی سوم (ب)	سوم پوزیشن
(۴)	سمرہ رطب	عربی دوم (ج)	سوم پوزیشن
(۵)	محمد ادیب شفیق	عربی سوم (ب)	سوم پوزیشن
(۶)	مصطفیٰ ابراہیم	عربی اول (الف)	سوم پوزیشن

حفظ وثانوی

(۱)	حسان عارف	حفظ، ہشتم	اول پوزیشن
(۲)	رہبر آزاد	حفظ، ہفتم	دوم پوزیشن
(۳)	زید جمشید علی	حفظ، ہشتم	سوم پوزیشن

اردو تقریری مسابقے (عربی پنجم تا عربی ہفتم)

(۱)	اسماعیل حامدی	عربی ششم	اول پوزیشن

(۲)	سفیان الدین	عربی پنجم	دوم پوزیشن
(۳)	خالد سیف اللہ	عربی ششم	سوم پوزیشن

عربی سوم و چہارم

(۱)	محمد مدثر	عربی سوم (ب)	اول پوزیشن
(۲)	یاسین منظور	عربی سوم (ب)	دوم پوزیشن
(۳)	عاصم عالم	عربی سوم (الف)	سوم پوزیشن

عربی دوم

(۱)	شفیق الرحمٰن	عربی دوم (الف)	اول پوزیشن
(۲)	اویس قمر	عربی دوم (ب)	دوم پوزیشن
(۳)	عمران نذیر کشمیری	عربی دوم (ب)	سوم پوزیشن

عربی اول

(۱)	محمد شاہد	عربی اول (ب)	اول پوزیشن
(۲)	محمد رضاء الحق	؍؍ ؍؍	دوم پوزیشن
(۳)	محمد افضل	؍؍ ؍؍	سوم پوزیشن

حفظ وثانوی

(۱)	حسان عارف	حفظ ہشتم	اول پوزیشن
(۲)	عبدالمومن	؍؍ ؍؍	دوم پوزیشن
(۳)	ریان عارف	؍؍ ؍؍	سوم پوزیشن

حمد ونعت کا مسابقہ (حفظ وثانوی)

(۱)	التمش اسلم	حفظ ہشتم	اول پوزیشن
(۲)	حسان عارف	حفظ ہشتم	دوم پوزیشن

(۳)	ارقم سراج	// //	سوم پوزیشن

شعبہ اعلیٰ

(۱)	محمد علی	عربی دوم (ب)	اول پوزیشن
(۲)	التمش الماحی	// //(الف)	دوم پوزیشن
(۳)	فیصل قمر اعظمی	// //(الف)	سوم پوزیشن
(۴)	مجتبیٰ اللہ	// //	سوم پوزیشن

برجستہ اردو تقریری مسابقہ (عربی اول وعربی دوم)

(۱)	عبداللہ یوسف	عربی اول (ب)	اول پوزیشن
(۲)	شفیق الرحمٰن	عربی دوم (الف)	دوم پوزیشن
(۳)	اویس قمر	عربی دوم (ب)	سوم پوزیشن

جناب مولانا محمد طاہر مدنی صاحب (سابق ناظم جامعہ) کی گرفتاری

۴؍فروری ۲۰۲۰ء بروز سہ شنبہ قصبہ بلریا گنج میں خواتین نے این آر سی، سی اے اے، این پی آر کی مخالفت میں ایک مظاہرہ کیا، پولیس نے اس مظاہرہ کو ختم کرنے کے لیے طاقت کا استعمال کیا اور ظلم و بربریت کی حد پار کی، لاٹھیاں، گولیاں، آنسو گیس اور پتھر بازی کی۔ ڈیڑھ درجن لوگوں کو گرفتار کیا گیا، تین درجن لوگوں کے خلاف مقدمے درج کیے گئے اور سیکڑوں نامعلوم افراد کے خلاف بھی مقدمہ درج کیا گیا۔ جامعہ کے سابق ناظم جناب مولانا محمد طاہر مدنی صاحب کو بھی پولیس نے مختلف ناروا اور جھوٹی دفعات لگا کر گرفتار کرلیا اور پھر جیل میں ڈال دیا۔

مولانا محترم کی اس ناروا گرفتاری پر مولانا انیس احمد فلاحی مدنی صاحب نے ۸؍فروری ۲۰۲۰ء کو اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ کہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہمارے ایک ہر دل عزیز رہنما واستاد جناب مولانا محمد طاہر مدنی صاحب کو گرفتار کرلیا گیا ہے۔ ذمہ داران جامعہ کوشش کر رہے ہیں کہ جلد سے جلد ان کی رہائی ممکن ہو۔ اطراف واکناف کے لوگوں اور ہم سبھی لوگوں کو اس پر بے حد افسوس ہے۔ اس پورے واقعہ کو صبر سے برداشت کریں۔ اللہ سے دعا کریں کہ تمام ہی گرفتار لوگوں کی جلد سے جلد رہائی ہو۔

مولانا اخلاق احمد کریمی قاسمی صاحب نے مولانا محمد طاہر مدنی صاحب کی رہائی کے لیے اجتماعی دعا کرائی۔

ایس آئی او کے ذمہ داران کا خطاب

۱۷رفروری ۲۰۲۰ء بروز دوشنبہ جامعہ کی مسجد میں بعد نماز مغرب ایس آئی او فلاح یونٹ کی جانب سے ایک پروگرام جناب سید اظہرالدین صاحب (جنرل سکریٹری ایس آئی او) کی آمد پر منعقد ہوا۔

مجتبیٰ اللہ (عربی سوم) کی تلاوت قرآن سے پروگرام کا آغاز ہوا، مامون فیصل رضا (عربی اول) نے نعت پیش کی۔

محمد دانش (عربی ششم) نے مہمانوں کا تعارف کرایا۔ جناب اظہرالدین صاحب (جنرل سکریٹری ایس آئی او آف انڈیا) نے این آرسی، سی اے اے اور این پی آر پر گفتگو کرتے ہوئے اس کے خدشات اور مضمرات کا تفصیل سے ذکر کیا اور آسام کی صورتِ حال اور این آرسی کے نتیجے میں جو چیزیں پیش آئیں اس پر تفصیل سے بحث کی اور حکومت نے کس طرح سے مسلمانوں کو تقسیم کیا۔ اس طرح کے قوانین کی زد میں صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ دلت، آدی واسی اور دوسری کمیونٹی کے لوگ بھی آئیں گے، اسی لیے میگھالیہ، میزورم، کیرلا، آسام اور دوسری بہت سی جگہوں پر احتجاج اور مظاہرے شروع ہوئے اور عوام سڑک پر آگئی۔ لیکن یہ لڑائی لمبی چلے گی، ہمیں پیچھے نہیں ہٹنا ہے اور ہندوستان کو توڑنا نہیں ہے بلکہ امن وشانتی چاہتے ہیں اور ہم اپنے حق کی لڑائی لڑرہے ہیں۔

جناب عارض علوی (سابق صدر حلقہ ایس آئی او یوپی ایسٹ) نے فرمایا کہ ہمیں ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے، ہم اپنے حق کے لیے لڑرہے ہیں۔ ہم ہر جگہ ڈسکشن کا ماحول بنائیں اور این آرسی، این پی آر اور سی اے اے کی حقیقت لوگوں کو بتائیں۔ اللہ سے اپنے تعلق کو مضبوط کریں، جذبات کو ہمیں قابو میں رکھیں اور اللہ سے دعا ہے کہ ہمارے اندر خود اعتمادی پیدا کرے۔

جناب آصف اقبال تنہا صاحب (طالب علم جامعہ ملیہ اسلامیہ وسماجی کارکن) نے اپنی گفتگو میں فرمایا کہ جامعہ سے جو کچھ بھی ہم نے سیکھا ہے وہی ساری چیزیں آج ہمیں کام دے رہی ہیں۔ یہ ملک کدھر جارہا ہے؟ اس ملک میں جو قوانین بنائے جارہے ہیں اس کے پیچھے کیا سازشیں ہیں؟ ہمیں سمجھنے کی ضرورت ہے۔ اس ملک میں آئین کو بدلنے کی سازشیں کی جارہی ہیں۔ اس ملک میں سب سے پہلا جو موومنٹ چلا وہ جامعہ ملیہ کی

سرزمین سے چلا جس میں ڈاکٹر ذاکر حسین، محمد علی جوہر، گاندھی جی وغیرہ تھے اور آج جو موومنٹ چل رہا ہے وہ بھی اسی جامعہ ملیہ سے شروع ہوا ہے۔ اور یہ لڑائی آنے والی نسلوں کی لڑائی ہے۔ ہم نہ تو اپنے کاغذات دکھائیں گے اور نہ ہی اپنی تفصیلات اور اپنے گھر کی تفصیلات حکومت کے اہل کاروں کو بتائیں گے۔

مولانا اخلاق احمد کریمی صاحب نے اختتامی کلمات میں فرمایا کہ جب کوئی بات اجتماعیت کی ہو قرآن و سنت کی ہو تو ہمیں اس پر لبیک کہنا چاہیے۔ مختلف خانوں میں نہیں بٹنا چاہیے۔

نظامت کے فرائض جناب محمد ہاشم (فضیلت سال اول) نے انجام دیے۔

إِنَّ الَّـذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيْدُوْنَ أَن يُفَرِّقُواْ بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِـهِ وَيَـقُـولُـونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيْدُوْنَ أَن يَتَّـخِـذُواْ بَيْـنَ ذَلِكَ سَبِيْلاً. أُوْلَـٰئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقّاً وَأَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَاباً مُّهِيْناً (النساء:۱۵۰-۱۵۱)

”جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں سے کفر کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفریق کریں اور کہتے ہیں کہ ہم کسی کو مانیں گے اور کسی کو نہ مانیں گے اور کفر و ایمان کے بیچ ایک راہ نکالنے کا ارادہ رکھتے ہیں، وہ سب پکے کافر ہیں اور ایسے کافروں کے لیے ہم نے وہ سزا مہیا کر رکھی ہے جو انہیں ذلیل وخوار کر دینے والی ہوگی۔“

نومنتخب مجلس نمائندگان

انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح، بلریا گنج اعظم گڑھ، یوپی

برائے میقات: 2020 تا 2023

حلقہ کا نام ونمبر	نمبر شمار	اسماء منتخب نمائندے
۱۔آندھرا پردیش وتلنگانہ	ا۔	فرحان اجمل بن محمد فرقان
	۲۔	سید ابو تیمیہ بن سید رفیع الدین
	۳۔	عبدالملک بن محمد طاہر
	۴۔	عبدالقوی عادل بن محمد سلامت اللہ اصلاحی
	۵۔	امتیاز احمد بن فیاض احمد
۲۔ علی گڑھ	ا۔	ضیاءالدین ملک بن خلیل الرحمان
	۲۔	احسان اللہ فہد بن عبارت حسین
	۳۔	معاذ شاہد بن محمد شاہد
	۴۔	نعمان بدر بن حافظ بدرالدین
	۵۔	عمار شاہد بن ڈاکٹر شاہد بدر فلاحی
۳۔ الہ آباد واطراف	ا۔	جاوید اشرف بن خلیل الرحمان
	۲۔	محمد ظہیر عالم بن عبدالرزاق
	۳۔	طفیل احسن بن محمد مبین
٤۔ اعظم گڑھ	ا۔	فیضان احمد بن رضوان احمد
	۲۔	نعمان احمد بن ذوالفقار احمد
	۳۔	شجاع الرحمان بن عبدالباقی
	۴۔	عبدالرحیم بن عبداللہ
	۵۔	اسرار احمد بن محمد ادریس

	۶۔	محمد فراز بن صلاح الدین
	۷۔	چنگیز خان بن بابو عبدالغنی خان
	۸۔	رحمت اللہ اثری بن قمرالہدیٰ
	۹۔	محمد عدنان بن محمد اختر
	۱۰۔	ابوسفیان بن محمد حنیف
	۱۱۔	شمیم احمد بن محمد سجاد
	۱۲۔	عرفان احمد بن انصار احمد
	۱۳۔	معین احمد بن عبدالمتین
	۱۴۔	محمد شاہد بن محمد ہارون
	۱۵۔	ابوحمزہ بن ابوالجیش
	۱۶۔	محمد عارف بن بخت نصر
	۱۷۔	صباح الدین ملک بن خلیل الرحمان
	۱۸۔	شیرافگن خان بن عبدالغنی خان
۵۔ لکھنؤ واطراف	۱۔	اظہرالدین بن عبدالرشید
	۲۔	ضمیرالحسن بن دولہے خان
	۳۔	ملک محمد فیصل بن عبدالمتین
	۴۔	محمد شریف بن محمد رفیق
	۵۔	نجم الثاقب بن محمد اختر خان
	۶۔	عبدالاول مومن بن صحبت علی خان
۶۔مغربی یوپی واتراکھنڈ	۱۔	نذیرالحسن بن دولہے خان
	۲۔	مجاہد رضا خان بن محمد رضا خان
	۳۔	حامد علی ساغر بن ننھے خان
	۴۔	حفیظ الرحمان بن انصار حسین
۷۔ دھلی	۱۔	مشرف حسین صدیقی بن تواسل حسین

	۲۔	انعام اللہ بن محمد حدیث
	۳۔	نعیم احمد غازی بن کلیم احمد غازی
	۴۔	نوراللہ خان بن محمد قاسم
	۵۔	رضوان احمد رفیقی بن محمد رفیق
	۶۔	ولی اللہ سعیدی بن عبداللہ سعیدی
	۷۔	شمشاد حسین بن حبیب احمد
	۸۔	محی الدین غازی بن محمد عنایت اللہ سبحانی
	۹۔	ابوالاعلیٰ سبحانی بن محمد عنایت اللہ سبحانی
	۱۰۔	آصف نواز بن عبدالجلیل
	۱۱۔	ابوالمکارم بن مقصود احمد
	۱۲۔	عبدالحق فلاحی بن محمد یوسف
	۱۳۔	شمشیر حسین بن حاجی عبدالمتین
	۱۴۔	طارق اکرام اللہ بن اسلام اللہ پریمی
	۱۵۔	سید راشد علی حامدی بن سید حامد علی
	۱۶۔	صلاح الدین ایوب بن محمد عنایت اللہ سبحانی
	۱۷۔	ساجد خلیل بن خلیل احمد
	۱۸۔	فیضان شاہد بن عبدالحی شاہد
	۱۹۔	عبدالعظیم قاسم بن محمد سلامت اللہ اصلاحی
۸۔ بھار	۱۔	عبدالسلام بن محمد یونس انصاری
	۲۔	محمد محی الدین بن محمد عثمان
	۳۔	محمد شمیم قمر بن محمود
	۴۔	فیروز عالم بن محمد طاہر حسین
	۵۔	علی مرتضیٰ بن محمد الیاس
۹۔ جھارکھنڈ	۱۔	احمد اللہ بن عبدالاحد

	۲۔	محمد غالب نشتر بن محمد کلیم الدین رفیقی
۱۰۔آسام ،بنگال ومنی پور	۱۔	منور علی بن حافظ محمد حنیف
۱۱۔ گجرات	۱۔	سعید احمد بن غلام نبی
۱۲۔ ممبئی وتھانے	۱۔	ادہم علی بن حافظ محمد حنیف
	۲۔	دانش ریاض بن شوکت علی
	۳۔	عبدالبر اثری بن مولانا محمد الاثری
	۴۔	شمس الدین بن محمد زماں
	۵۔	صبغۃ اللہ عمر بن محمد یٰسین
	۶۔	عبداللہ زکریا بن محمد زکریا
۱۳۔ بھیونڈی	۱۔	اوصاف احمد بن نیاز احمد
	۲۔	محمد مقیم بن ابوالخیر
۱۴۔ مہاراشٹر	۱۔	محمد یونس بن محمد اسحاق
	۲۔	محمد الیاس بن باقر حسین خان
۱۵۔ مدھیہ پردیش	۱۔	محفوظ خان بن محمد نعمان خان
	۲۔	مبارک حسین بن عبدالکریم
۱۶۔ راجستھان	۱۔	مرزا محمد اعظم بیگ بن مرزا محمود بیگ
۱۷۔ ہریانہ	۱۔	علی محمد بن فلاح الدین
۱۸۔ کرناٹک	۱۔	عبدالعزیز فارس بن محمد سلامت اللہ اصلاحی
۱۹۔ کیرالہ	۱۔	ضیاء الرحمان بن صابر حسین
۲۰۔ کشمیر	۱۔	ذاکر حسین بٹ بن محمد شریف بٹ
	۲۔	وقار احمد بن غلام احمد ننو
	۳۔	**سید نظام الدین (وسیم راجا) بن سید عبدالماجد**
۲۱۔ نیپال	۱۔	سراج احمد بن برکت اللہ

	۲۔	نظرالحسن بن سراج الدین
	۳۔	اطہرعلی بن حیدرعلی
	۴۔	محمدحسن حبیب بن محمدحبیب اللہ
	۵۔	محمدادریس بن سعیدالرحمان
۲۲۔ سعودی عربیہ	۱۔	جاویدسلطان بن سلطان احمدخان
	۲۔	انعام اللہ بن سہیل احمد
	۳۔	محمدشاہد بن کریم اللہ
	۴۔	ارشدجمال بن منظورعالم
	۵۔	صابرشیبی بن صالح شیبی
۲۳۔ کویت	۱۔	محمدسموئیل بن محمدنذیرخان
۲۴۔ قطر	۱۔	محمداکرم بن محمدمسلم
	۲۔	فیاض احمد بن محمدیونس
	۳۔	اشتیاق عالم بن شفیق عالم
۲۵۔ دبئی U.A.E	۱۔	اکرام الرحمان بن ضیاءالرحمان
	۲۔	سیدموسیٰ کلیم بن سیدیوسف
	۳۔	اشہدبلال چمن بن افضال احمدچمن
۲۶۔ برطانیہ	۱۔	ظفراحمداثری بن محمدجمیل

With best compliments from

ADHAM ALI

Managing Director

+91-9821 03 2562

Swaidan

MANPOWER CONSULTANTS

Regn. No. B0513/MUM/PER/1000+/10/8522/2009

Real Tech Park, 1013, 10th Floor, Sector 30/A
Near Vashi Railway Station, Vashi
New Mumbai-400703 (India)
Tel: +91-22-66441600, Fax: +91-22-66441688
E-mail: admin@swaidan.in
Website: www.swaidan.in

JARIDA HAYAT-E-NAU
March - 2020

RNI No: DELURD/2015/65862
Vol. V Issue - III

مڈل ایسٹ میں ملازمت کے خواہش مند حضرات کے لیے
ایک قابل اعتماد ادارہ

الھند فارن سروس ایجنسی

- اگر آپ میڈیکل لائن سے متعلق ہیں
- اگر آپ کوئی ہنر جانتے ہیں
- اگر آپ صرف پڑھے لکھے ہیں اور آپ کے پاس کوئی ہنر نہیں ہے
- اگر آپ کا کسی ہوٹل انڈسٹری سے تعلق ہے
- اگر آپ عام لیبر یا مزدور ہیں

تو آپ اپنے پاسپورٹ کی کاپی، فوٹو اور بائیوڈاٹا ہمیں بھیج دیجیے......اور
دیگر تفصیلات کے لیے ہماری اطلاع کا انتظار کیجیے۔

وكالة الهند للخدمات الأجنبية

AL-HIND FOREIGN SERVICE AGENCY

Registration No.: B-0376/DEL/PER/1000+/5/1263/1984

Head Off: No. 73, Main Road, Near SBI
Zakir Nagar, New Delhi-110 025 (India)
E-mail: info@al-hind.com

Ph : 0091 - 11 - 26983980, 26983981
0091 - 11 - 26988375 / 76
Fax : 0091 - 11 - 26983982

Web: www.al-hind.com

Branch Office: 38, G.F. Ashoka Shopping Complex, Near G.T. Hospital
L.T. Road, Mumbai - 400 001 (India)
Ph. : 0091-22-22652906 Fax: 0091 - 22 - 22652910